میزانِ ہدایت اور قرآن

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قُلِ ادۡعُوا اللّٰہَ اَوِ ادۡعُوا الرَّحۡمٰنَ ؕ اَیًّامَّا تَدۡعُوۡا
فَلَہُ الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰی ۚ وَ لَا تَجۡہَرۡ بِصَلَاتِکَ وَ لَا
تُخَافِتۡ بِہَا وَ ابۡتَغِ بَیۡنَ ذٰلِکَ سَبِیۡلًا ﴿۱۱۰﴾ وَ قُلِ
الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ لَمۡ یَتَّخِذۡ وَلَدًا وَّ لَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ
شَرِیۡکٌ فِی الۡمُلۡکِ وَ لَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ وَلِیٌّ مِّنَ
الذُّلِّ وَ کَبِّرۡہُ تَکۡبِیۡرًا ﴿۱۱۱﴾

(سورۂ بنی اسرائیل آیت ۱۱۰۔۱۱۱)

حُجَّۃ الاسلام
عَلّامہ طالب جوہری مدّظلّہ

میزانِ ہدایت اور قرآن

حجۃ الاسلام علامہ طالب جوہری مدظلہ

مجموعہ تقاریر عشرہ محرم ۱۴۲۵ھ بمطابق ۲۰۰۴ء

ناشران

پاک محرم ایجوکیشن ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

۲۷۹- بریٹو روڈ۔ کراچی فون: ۴۲۳۲۳۵۴

محفوظ بک ایجنسی ❀ مارٹن روڈ کراچی

Tel: 4124286- 4917823 Fax: 4312882
E-mail: anisco@cyber.net.pk

نام کتاب	:	میزان ہدایت اور قرآن
مقرر	:	حجتہ الاسلام علامہ طالب جوہری مدظلہ
مرتبہ	:	اے ایچ رضوی
ترتیب و تزئین	:	سید فیضیاب علی
کمپوزنگ	:	احمد گرافکس، کراچی۔فون:۶۸۰۱۷۲۱
سرورق	:	رضا گرافکس۔فون:۰۳۳۳۔۳۲۰۶۵۴۱
اشاعت اوّل	:	فروری ۲۰۰۵ء
تعداد	:	۱۰۰۰
ناشران	:	پاک محرم ایجوکیشن ٹرسٹ، کراچی محفوظ بک ایجنسی، کراچی
قیمت	:	مجلد =/۱۰۰ روپے

Tel: 4124286- 4917823 Fax: 4312882
E-mail: anisco@cyber.net.pk

علامہ طالب جوہری کا پیغام
پاک محرم ایسوسی ایشن کے نام

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یہ کون نہیں جانتا کہ سیّدالشہداعلیہ السّلام کی عزاداری ہمارا ملّی تشخص ہے۔ اس عزاداری کی بُنیاد خود آلِ محمدؐ نے رکھی ہے اور ائمہ علیہم السلام اس کی بقاء کے لئے کوشاں رہے ہیں۔ اور اپنے آثار و کردار سے اسکی اہمیت کو اُجاگر کرتے رہے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ عزاداری کی یہ میراث نسلاً بعد نسلٍ ہم تک منتقل ہوتی رہی ہے جس کیلئے ہم خدائے قدوس کے شکرگزار ہیں۔

پاک محرم ایسوسی ایشن نے عزاداریٔ سیّدالشہداء کے سلسلے میں جو خدمات انجام دی ہیں وہ اظہر من الشمس ہیں۔ اس کے علاوہ تعلیم، تبلیغ اور نشر و اشاعت کے سلسلے میں بھی اس کی خدمات گراں قدر اور قابلِ توجہ ہیں۔ اس ادارے کے اُفق پر پچاس سال کے عرصہ میں دیانتدار، معتبر اور روشن شخصیتوں کے شمس و قمر جگمگاتے رہے ہیں جن میں سے کچھ ہم میں نہ رہے اور آج جو چمک رہے ہیں خدا انہیں تا دیر سلامت رکھے۔ ان میں خصوصیت سے غلام نقی رضوی صاحب وہ بزرگ ہیں جن کی کم و بیش پوری زندگی اس ادارے کے انصرام و استحکام میں صرف ہو رہی ہے۔

اس ادارے نے بحمداللہ اب کے برس اپنے پچاس سال انتہائی کامیابی کے ساتھ پورے کیے ہیں۔ اسکے تشکر کے طور پر یہ ادارہ یومِ تکمیلِ دین کے نام سے ایک مقدس تقریب منعقد کر رہا ہے۔ میں اراکینِ گزشتہ کے بلندیٔ درجات کی دُعا کے ساتھ ساتھ موجودہ اراکین کی توفیقاتِ دینی و دُنیوی کے لیے دُعاگو ہوں کہ انہوں نے عزاداری سے متعلق ادارے کی تقریب کو تکمیلِ دین کے حوالے سے منعقد کرنا چاہا ہے۔ عزاداری کا تکمیلِ دین سے جو رابطہ محکم ہے وہ معصومؑ کے ایک جملہ سے نمایاں ہے۔ جب امام رضا علیہ السّلام سے سوال کیا گیا کہ آپ محرم کو اتنی زیادہ اہمیت کیوں دیتے ہیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: لِئَلّا تنسونہ کما نسیتم الغدیر، ہم اس لیۓ اہمیت دیتے ہیں کہ کہیں تم غدیر کی طرح محرم کو بھی بھول جاؤ۔

مجھے اُمید ہے کہ یہ ادارہ ترقّی کے مراحل طے کرتا رہے گا اور اپنے موجود مشاغل کے ساتھ ساتھ دیگر علمی اور تحقیقی مرحلوں میں بھی اپنے مخصوص انداز سے ملک و ملّت کی خدمت انجام دیتا رہے گا۔

طالب جوہری

۱۵/۱۱/[illegible]

پیش لفظ

از الحاج سید غلام نقی رضوی

صدر پاک محرم ایسوسی ایشن (رجسٹرڈ) و

مینجنگ ٹرسٹی پاک محرم ایجوکیشن ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ و والسلام علیٰ رسول الکریم و آلہ الطیبین الطاہرین۔ امّا بعد۔

قارئین محترم سلام و سلامتی

واجب الاحترام عزت مآب فیض گُستر محترم اُلمقام علامہ طالب جوھری مدظلہ کی علم گُستری اور تفہیم قران کے سلسلے میں مدلّل گفتگو سے برصغیر پاک و ہند بلکہ عالمی طور پر لوگ فیض یاب ہورہے ہیں، پاک محرم ایسوسی ایشن کو یہ شرف حاصل ہے کہ گزشتہ ۳۱ سال سے قران اور احادیث پر مشتمل گفتگو جو وہ عشرہ مجالس میں سُپرد سماعت کرتے ہیں ہم اس کو کتابی شکل میں عوام الناس کی نظر نوازی کے لئے طباعت کے زیور سے آراستہ کرکے جہاں کار خیر میں شریک ہوتے ہیں وہیں علمی اور ادبی خدمت سے بھی بہرہ مند ہورہے ہیں۔

۲۰۰۴ء میں علامہ موصوف نے قرانی آیات کے لامتناہی سمندر سے جو گوہر چن کر طالبان علم اور ادب و مذہبی شعور رکھنے والے لوگوں کے دامن میں ڈالے ہیں ان کو ہم زیر نظر کتاب میں میزان ہدایت اور قران کے نام سے شائع کرنے کی سعادت حاصل کررہے ہیں۔

میزان! انصاف، قانون اور عدل کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، ظاہر ہے کہ قران سے بڑھ کر ہدایت اور عدل کی کون سی مکمل کتاب ہوسکتی ہے، لیکن اس کو سمجھنے کے لئے ایک ایسے معلم کی ضرورت ہے جو علمی، عقلی اور خاندانی طور پر اس کتاب مبارکہ سے واقفیت رکھتا ہو۔

علامہ طالب جوھری صاحب قبلہ کی قران شناسی اور تحقیقی فکر سے کون آشنا نہیں

ہے، قرآن چونکہ صحیفہ الٰہی ہے اور ظاہر ہے کہ پروردگار عالم کی اس تحریر کو مدینتہ العلم اور باب مدینتہ العلم کے در کی جاروب کشی کے بغیر نہ تو پڑھا جاسکتا ہے نہ سمجھا جاسکتا اور نہ ہی سمجھایا جاسکتا ہے، علامہ طالب جوھری، در ابوطالب اور دہلیز ابن ابوطالب کے سجدہ گزاروں میں ہیں تو پھر قران کا علم بولتے قران سے منسلک ہوکر انہوں نے اکتساب کیا ہے، میزان ہدایت، قران بیشک یہ کتاب متقین کے لئے ذریعہ ہدایت ہے۔ گویا کہ ہدایت ان لوگوں کا مقدر ہے جو ہادی سے ہدایت یافتہ ہونے کے لئے تقویٰ اور پرہیز گاری کی میزان پر تُل کر پورے اُترے ہوں۔

علامہ طالب جوہری کی تقاریر کا معجزانہ پہلو یہ ہے کہ ان کو سماعت کر کے لاتعداد لوگ سرحدِ تقویٰ و پرہیز گاری پر شعوری بالیدگی کے ساتھ متمکن ہوئے، علامہ صاحب کی تفہیمی گفتگو نے قران شناسی کے وہ جوھر دکھائے کہ مذہب اور ادب سے دُوری رکھنے والے ہر سِن و سال کے لوگوں میں اس انحطاطِ علمی کے دور میں شعور وآگہی کی میزان پر اپنے کردار کو تولتے ہوئے دیکھا گیا اور معاشرے میں پھیلی پراگندگی دور کرنے اور اسلام دشمنوں کی سازشوں سے مقابلہ کرنے کا جذبہ بیدار ہوا۔

ہم فخر کرتے ہیں اپنی اس کاوش پر جس کے تحت ہم علامہ موصوف کی معجز بیانی کو کتاب کی شکل میں محفوظ کر کے آنے والی نسلوں اور موجودہ اقوام کی فکری اور تحقیقی صلاحیتوں کی ہدایت کے لئے معاون اور مددگار کی حیثیت سے اپنی قوت کے مطابق شامل ہیں۔

کتاب آپ کی نظر نوازی کے لئے حاضر ہے آپ کی قیمتی آرا کا انتظار رہے گا، ساتھ ہی آپ کی دعاؤں کے شجر سایہ دار کے بھی طالب رہیں گے۔ ساتھ ہی آپ سے ملتجی ہیں کہ علامہ صاحب کی صحت یابی کے لئے پنجگانہ نمازوں اور فرشِ عزائے حسین پر دعا کرتے رہیں خدا بحق محمدؐ و آل محمدؑ ان کا سایہ عالمِ اسلام کے سروں پر تادیر قائم رکھے۔

خاکپائے اہل بیت

سیّد غلام نقی رضوی

سرنامہ کلام

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

قُلِ ادۡعُوا اللّٰهَ اَوِ ادۡعُوا الرَّحۡمٰنَ ؕ اَيًّا مَّا تَدۡعُوۡا فَلَهُ الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰى ۚ وَلَا تَجۡهَرۡ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتۡ بِهَا وَابۡتَغِ بَيۡنَ ذٰلِكَ سَبِيۡلًا ﴿۱۱۰﴾ وَقُلِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِىۡ لَمۡ يَتَّخِذۡ وَلَدًا وَّلَمۡ يَكُنۡ لَّهٗ شَرِيۡكٌ فِى الۡمُلۡكِ وَلَمۡ يَكُنۡ لَّهٗ وَلِىٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرۡهُ تَكۡبِيۡرًا ﴿۱۱۱﴾

(سورۂ بنی اسرائیل آیت ١١٠۔١١١)

(اے رسولؐ) تم اُن سے کہہ دو کہ (تم کو اختیار ہے) خواہ اسے اللہ (کہہ کر) پکارو یا رحمٰن (کہہ کر) پکارو (غرض) جس نام سے بھی پکارو، اس کے تو سب نام اچھے (سے اچھے) ہیں اور (اے رسولؐ) نہ تو اپنی نماز بہت چلاّ کر پڑھو۔ اور نہ بالکل چپکے سے بلکہ اس کے درمیان ایک اوسط طریقہ اختیار کرلو۔ اور کہو کہ ہر طرح کی تعریف اسی خدا کو (سزاوار) ہے جو نہ تو کوئی اولاد رکھتا ہے اور نہ (سارے جہاں کی) سلطنت میں اس کا کوئی ساجھے دار ہے اور نہ اسے کسی طرح کی کمزوری ہے کہ کوئی اس کا سرپرست ہو اور اسی کی بڑائی اچھی طرح کرتے رہا کرو۔

مجلس اوّل

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قُلِ ادۡعُوا اللّٰہَ اَوِ ادۡعُوا الرَّحۡمٰنَ ؕ اَیًّامَّا تَدۡعُوۡا فَلَہُ الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰی ۚ وَ لَا تَجۡہَرۡ بِصَلَاتِکَ وَ لَا تُخَافِتۡ بِہَا وَابۡتَغِ بَیۡنَ ذٰلِکَ سَبِیۡلًا ﴿۱۱۰﴾ وَ قُلِ الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ لَمۡ یَتَّخِذۡ وَلَدًا وَّ لَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ شَرِیۡکٌ فِی الۡمُلۡکِ وَ لَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَ کَبِّرۡہُ تَکۡبِیۡرًا ﴿۱۱۱﴾

(سورۂ بنی اسرائیل آیت ۱۱۰۔۱۱۱)

عزیزانِ محترم! آج سن ۱۴۲۵ ہجری کا پہلا دن ہے۔ زمانے کا عمل لمحوں کو شب و روز میں بدلتا ہے۔ شب و روز ہفتوں میں بدلتے ہیں۔ ہفتے مہینوں میں تبدیل ہوجاتے ہیں اور مہینے برسوں میں تبدیل ہونے کے بعد صدیاں تشکیل دیتے ہیں۔ ہمارا حال کا ہر لمحہ گزرنے کے بعد ماضی بن جاتا ہے۔

نوجوان دوست خصوصیت کے ساتھ اس فلسفۂ زمان کی طرف متوجہ رہیں۔ لمحے ملے تو دن و رات بنے۔ دن و رات بکثرت آئے تو ہفتہ بنا۔ ہفتے جب بار بار آئے تو مہینہ بنا۔ مہینے جب بار بار آئے تو برس بنا۔ برس جب سو (۱۰۰) گزرے تو صدی بن گئی۔ ایک لمحے سے صدی تک یہ جو زمانے کا عمل ہے تو جو جس لمحے میں ہو وہ حال ہے، جو آئے گا وہ مستقبل ہے، جو چلا گیا وہ ماضی ہے۔ اب میں کیسے بتلاؤں کہ حسینؑ کی جس

شہادت کو صدیاں گزر گئیں مگر زمان ماضی سے حال ہی رہا۔

میرا یہ پیام دوستوں تک پہنچ گیا۔ دیکھو چودہ صدیاں گزر گئیں حسینؑ کی شہادت کو لیکن کربلا ماضی کا کوئی واقعہ نہیں ہے۔ کربلا حال ہے۔

اگر میرے جملے کو اپنے ذہنوں میں محفوظ رکھ سکتے ہو تو محفوظ رکھو کہ جو حقیقتیں ہیں ان پر زمانہ اثر انداز نہیں ہوسکتا۔ جو چیز افسانہ ہو زمانہ اسے ماضی بنا دیتا ہے لیکن جو حقیقت ہو اس پر زمانے کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ۔ یہ کلمہ ہمیں کس نے دیا؟ محمد رسول اللہؐ نے اور کب دیا؟ چودہ سو سال پہلے۔ تو کیا یہ کلمہ ماضی کا کلمہ ہے؟ نہیں!

جیسے ماضی میں زندہ تھا ویسے ہی حال میں زندہ ہے۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ۔ کوئی معبود نہیں ہے۔ نہ سرمایہ معبود ہے، نہ اقتدار معبود ہے، نہ طاقت معبود ہے، نہ خواہشِ نفس معبود ہے۔ اِلَّا اللہ۔ بس معبود ہے تو اللہ ہے۔ تو کلمہ توحید کل بھی حال تھا آج بھی حال ہے۔ کل بھی حال رہے گا تو اب جو اس کلمے کو بچا لے جائے! کیا وہ شخص حال نہیں ہوگا؟ کربلا کا واقعہ کل ۶۱ ہجری میں حال تھا اور آج ۱۴۲۵ ہجری میں بھی حال ہی ہے۔

دنیا کربلا کے واقعے پر اس طرح سے نظر کیوں نہیں کرتی؟

اب میں اپنے اس جملے کی دلیل دینا چاہ رہا ہوں۔

کلمہ توحید اسلام کا بنیادی کلمہ ہے اور اس کلمہ کے دو جز ہیں۔ لَا اِلٰہَ۔ کوئی معبود نہیں ہے، خواہش نفس معبود نہیں ہے، اقتدار معبود نہیں ہے، دولت معبود نہیں ہے، طاقت معبود نہیں ہے۔ یہ ایک جُز ہے کہ پہلے نفی کرو سارے خداؤں کی۔ لَا اِلٰہَ۔ نفی کر دے خداؤں کی اور اب دوسرا جز اِلَّا اللہ۔ اگر کوئی خدا ہے تو وہ ہے۔ اس کلمہ میں دو ہی جز ہیں نا!

حسینؑ نے جنگ کی اور بڑے کمال کی جنگ کی۔ یہ کہہ کے جنگ کی کہ اب بھوکے کی جنگ دیکھو۔ تمہارے سننے کا جملہ ہے کہ حسینؑ جنگ جو کر رہے تھے وہ اقتدار سے جنگ تھی، طاقت سے جنگ تھی، خواہش نفس سے جنگ تھی، بادشاہت سے جنگ تھی۔

پوری طرح تم نے محسوس کرلیا اس بات کو کہ حسینؑ نے جو تلوار کھینچی تھی وہ طاقت کے خلاف تھی، طاقت معبود نہیں ہے۔ سرمایہ کے خلاف تھی، سرمایہ خدا نہیں ہے۔ بادشاہت کے خلاف تھی، بادشاہت خدا نہیں ہے۔ یزید یہ کہہ رہا تھا لعبت ھاشم بالملك فلا۔ جب سر حسینؑ آیا ہے نا دربار یزید میں تو یزید نے شعر پڑھا:

لعبت ھاشم بالملك فلا
خبرٌ جآء و وحیٌ نزل

بنی ہاشم نے حکومت کے لیے ایک ڈھونگ رچایا تھا ورنہ کتاب آئی نہ فرشتہ آیا۔ نہ دین ہے نہ وحی الٰہی ہے۔

تو اقتدار اپنے آپ کو خدا سمجھ رہا تھا۔ حسینؑ نے تلوار کھینچی لَا اِلٰہَ کے لیے۔ کہ نہ اقتدار معبود ہے، نہ سرمایہ معبود ہے، نہ خواہش نفس معبود ہے تو جب جنگ کرتے کرتے ایک مرتبہ آواز آئی کہ اے حسینؑ واپس آ جا، تو گھوڑے سے اترے سر کو سجدے میں رکھ دیا۔

عاشور کے دن، حسینؑ کے دو کارنامے ہیں۔ کافروں سے جنگ، اللہ کا سجدہ۔ بتلانا یہی تھا کہ یہ جو تلوار کھینچی ہے یہ لَا اِلٰہَ کا اعلان ہے اور یہ جو سجدہ کر رہا ہوں یہ اِلَّا اللّٰہ کا اعلان ہے۔

بات حسینؑ تک آ گئی۔ اگر یہ جملے تمہارے ذہن میں محفوظ رہ گئے تو میں سمجھوں گا کہ پہلی محرم کا حق ادا ہو رہا ہے۔ یہ جملہ یاد رکھو گے۔ کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ حفاظت کے نظام کا نام ہے۔ حسینؑ کتاب و سنت کی حفاظت کی علامت ہے۔

پہچانتے ہو حسینؑ کو؟ میرا دل چاہتا ہے کہ دو جملے اس سلسلے میں عرض کر دوں اور پھر اپنے موضوع کی طرف جاؤں گا۔ ابھی میں موضوع کی طرف جا نہیں رہا ہوں۔

کیا دنیا کی کوئی طاقت تاریخ سے اس واقعے کو بھلا سکتی ہے جو تمہارے سامنے بیان کرنے جا رہا ہوں۔ میرا نبی کائنات کا سب سے بڑا انسان ہے۔ میرا نبیؐ رسول اللہ مدینے کی گلیوں سے گزر رہا ہے۔ ایک گھر کے قریب سے گزر ہوا۔ اس گھر کے اندر سے کسی بچے کے رونے کی آواز آئی۔ میرا نبی اپنے ساتھیوں کے ساتھ رک گیا۔ اور کہا:

گھر والوں کو بلاؤ۔

جب گھر والے آئے تو کہا: اس بچے کو چپ کراؤ۔

صحابہ نے پوچھا: یہ ہوا کیا؟

فرمایا: اس کے رونے کی آواز میرے حسینؑ کے رونے کی آواز سے مشابہ ہے۔

حسینؑ! سمجھ میں آیا؟ تھوڑا سا اور آگے بڑھ جاؤ۔ نبیؐ اپنی مسجد کے منبر پر تشریف فرما ہیں، خطبہ دے رہے ہیں۔ صحابہ کرام کے ہجوم سے مجمع چھلک رہا ہے۔ اتنے میں ایک چھوٹا بچہ داخل ہوا۔ جیسے ہی داخل ہوا۔ مجمع کے اژدھام سے ٹکرایا اور گر گیا۔ میرے نبیؐ نے خطبہ روکا۔ کسی سے کہتے کہ اٹھا کر دے دو۔ نہیں! خطبے کو روکا اتر کے گئے۔ بچے کو گود میں لے کر، منبر پر واپس آئے اور انگلی کے اشارے سے کہا: هذا حسین فاعرفواه و انصروه۔

دیکھو یہ حسینؑ ہے اسے پہچانو اور اس کی مدد کرنا جب مدد کے لیے بلائے۔

بھئی! عجیب مرحلہ فکر ہے۔ نبی خطبے میں کیا بیان دے رہے تھے؟ یا قران تھا یا حدیث تھی۔ خطبہ کو روکا ہے حسینؑ کے لیے اور کہا:

اگر اسے پہچان لیا تو قیامت تک کے لیے قران بھی محفوظ ہو جائے گا اور حدیث بھی محفوظ ہو جائے گی۔

یہ پیغام ہے اور ظاہر ہے میں تمہیں تمہید کے لیے زیادہ دیر نہیں روکوں گا۔ لیکن اگر یہاں تک آ گئے ہو تو ایک چھوٹا سا واقعہ اور تا کہ میں تیزی کے ساتھ اپنے موضوع سے اور موضوع کی تمہیدی باتوں سے قریب ہو جاؤں۔

مورخین نے اور محدثین نے ایک چھوٹا سا واقعہ لکھا ہے جس کی روایت کرنے والی اُم المومنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔ پیغمبر اکرمؐ کی ایک محترم اور معزز زوجہ۔

یہ واقعہ سننا۔ میں اس واقعہ کی صحت کی ذمہ داری قبول کرنے کے لیے تیار ہوں اس لیے کہ دنیا کے متعدد عظیم المرتبت محدثین نے اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔

ایک دن پیغمبرؐ حضرت اِم سلمہؓ کے گھر میں تشریف لائے اور کہا: اِم سلمہؓ میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ تم ایسا کرو کہ میں حجرے میں جا کر لیٹتا ہوں۔ تم دروازہ بند کر لو اور باہر بیٹھ

جاؤ اور جو کوئی ملنے کے لیے آئے اس سے کہہ دو کہ آج نبیؐ بیمار ہیں ملاقات نہیں کریں گے۔

پیغمبر بستر پر لیٹ گئے۔ ام سلمہؓ باہر گئیں۔ دروازہ بند کیا۔ اور دروازہ کے قریب بیٹھ گئیں جو آتا تھا اسے کہتی رہیں کہ آج رسولؐ کی طبیعت ناساز ہے، آج رسولؐ ملاقات نہیں کریں گے۔ لوگ آتے رہے، جاتے رہے۔ کسی سے ملاقات نہیں ہوئی۔ کچھ دیر بعد ام سلمہؓ نے دیکھا کہ چھوٹا بچہ حسینؑ آیا۔ بچہ نے ام سلمہؓ کی طرف توجہ نہیں کی۔ سیدھا چلا اس دروازہ کی طرف جس کے پیچھے رسولؐ ہیں۔ ام سلمہؓ نے پکار کے کہا:

بیٹے حسینؑ ادھر مت جاؤ۔ تمہارے نانا کی طبیعت ناساز ہے وہ آج کسی سے نہیں ملیں گے۔

ایک مرتبہ بچے نے سر اٹھایا اور کہا: نانی اماں! کیا ہم سے بھی نہیں ملیں گے؟

کہا: ہاں بیٹا! تمہارے نانا نے کہا ہے کہ آج میں کسی سے ملاقات نہیں کروں گا۔

یہ سن کر بچہ پلٹا۔ بچہ ابھی دور نہیں گیا تھا کہ حجرہ کے اندر سے پیغمبرؐ کی آواز آئی:

امِ سلمہؓ تم نے میرے حسینؑ کو بھی واپس کر دیا؟!

یہ بہت قیمتی جملہ ہے: ام سلمہؓ تم نے میرے حسینؑ کو بھی واپس کر دیا!؟

یہ سننا تھا امِ سلمہؓ کانپنے لگیں۔ دوڑتے ہوئے گئیں کہا:

چلو بیٹے تمہیں تمہارے نانا نے بلایا ہے۔

کہا: نانی اماں! ہم نہیں جائیں گے۔ اس لیے کہ آج تو نانا کسی سے ملاقات نہیں کریں گے نا!

امِ سلمہؓ نے ہاتھ جوڑ لیے۔ کہا: میری غلطی کو معاف کرو بیٹے۔ میں پہچانتی نہیں تھی کہ وہ اور ہیں تو اور ہے۔

امِ سلمہؓ نے بچے کو گود میں لیا اور پیغمبرؐ کے پاس لائیں۔ پیغمبرؐ نے اپنے ہاتھوں کو بلند کر کے بچے کو گود میں لیا اور اپنے سینے پر سلا لیا اور کہا:

ام سلمہ باہر جاؤ۔ دروازے کو بند کرو اور بیٹھی رہو۔

تمہیدی گفتگو ہے میں چاہتا ہوں کہ اس واقعہ کو کسی حد تک پہنچا دوں۔ یہ واقعہ

مختلف الفاظ کے ساتھ ترمذی شریف میں بھی موجود ہے۔ ام سلمہؓ بیٹھی ہوئی ہیں۔ بچہ پیغمبر کے سینے پر لیٹا ہوا ہے۔

ام سلمہؓ نے ایک مرتبہ پیغمبرؐ کے رونے کی آواز سنی۔ دروازے کے باہر سے آواز دی: یا رسولؐ اللہ کیا اجازت ہے کہ میں آپ سے پوچھوں کہ آپ کے رونے کے سبب کیا ہے؟ یا طبیعت زیادہ خراب ہوگئی ہے؟

کہا: ام سلمہؓ اندر آجاؤ۔

اُم سلمہؓ اندر آئیں۔ کہا: دروازے کو بند کردو۔

دروازہ بند کیا۔ اُم سلمہؓ کہتی ہیں کہ بچہ سینے پر لیٹا ہوا تھا اور پیغمبرؐ کے ہاتھ مٹھیوں کی صورت میں بند تھے پیغمبر مٹھی کو دیکھتے جاتے تھے اور روتے جاتے تھے۔ کہا: یا رسول اللہؐ آپ کی کیفیت کیا ہے۔

کہا: ابھی جبرئیلؑ آئے تھے اور کہنے لگے یا رسول اللہ آپ کو یہ نواسہ بہت عزیز ہے نا؟ ایک دن کربلا کے میدان میں بھوکا پیاسا شہید کیا جائے گا اور یہ اس کے مقتل کی مٹی ہے۔ ام سلمہؓ یہ مٹی لو اور اپنے پاس رکھ لو اور اسے دیکھتی رہنا جب تک یہ مٹی رہے میرا نواسہ زندہ رہے گا اور جب یہ خون بن جائے سمجھ لینا کہ میرا نواسہ مارا گیا۔

اب ایک جملہ کہنا چاہتا ہوں۔ پیغمبرؐ اس بچے کے لیے دوسرے بچے کا رونا بند کروائیں۔ پیغمبرؐ اس کے مقتل کی مٹی ام سلمہؓ کو دیں۔ پیغمبرؐ اپنے جاری خطبہ کو روک دیں اور اتر کر حسینؑ کو گود میں لیں اور پھر منبر پر جائیں اور خطبہ کا آغاز نہ کریں بلکہ پہلے حسینؑ کا تعارف کرائیں پھر خطبہ کا آغاز کریں۔ کیا یہ صرف ایک نانا کی نازبرداری ہے نواسے کے لیے؟ نہیں! حسینؑ وہ ہے جس کا ہر عمل میزانِ ہدایت ہے اور جس کا ہر قول تفسیر قرآن ہے۔

ہم اپنے موضوع سے متصل ہوئے۔ میزانِ ہدایت اور قرآن۔

ہم نے اس موضوع کے لیے بنی اسرائیل کی آخری دو آیتوں کی تلاوت کا شرف حاصل کیا۔ ۱۱۰ ویں اور ۱۱۱ ویں۔ ذرا دیکھنا پروردگارِ عالم کے اس فرمان کو۔

قُلِ ادْعُوا اللّٰہَ حبیب کہہ دو چاہے تم اللہ کہہ کر پکارو

اَوِادْعُوا الرَّحْمٰنَ ط چاہے رحمان کہہ کر پکارو۔

اَیًّامَّا تَدْعُوْا۔ چاہے جس نام سے پکارو

فَلَہُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی ج اس لیے کہ سارے اچھے نام اللہ ہی کے لیے تو ہے نا!

اللہ کہہ کر پکارو، یا رحمان کہہ کر پکارو۔ جو جی چاہے کہہ کر پکارو اس لیے کے سارے اچھے نام فقط اللہ ہی کے لیے ہیں۔ حبیب ''لَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ'' اپنی نماز کو بہت چیخ چیخ کے نہ پڑھنا ''وَلَا تُخَافِتْ بِهَا'' اور بہت آہستہ بھی نہیں پڑھنا۔

نہ بہت چیخ کے پڑھنا، نہ بہت آہستہ پڑھنا۔

وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيلًا تم چیخنے اور آہستگی کے درمیان کوئی ایک اچھا راستہ نکال لو۔ جس میں نہ زیادہ چیخو نہ زیادہ آہستہ بولو۔

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا اور حبیب کہہ دو کہ ساری تعریف سزاوار اس خدا کے لیے ہے جس نے کسی کو اپنا بیٹا قرار نہیں دیا۔

وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ اور کوئی اس کی حکومت میں شریک نہیں ہے۔

وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ اور وہ کمزور نہیں ہے کہ کوئی اس کا سہارا بن جائے

وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا اور حبیب اللہ کی بڑائی کا اعلان کرتے رہو جو حق ہے بڑائی کے اعلان کا۔

قبل اس کے کہ ہم ان آیات پر گفتگو کریں ذرا سی تمہیدی گفتگو ضروری ہے۔

میزانِ ہدایت! یعنی ترازو جس پر ہدایت تولی جائے۔ اچھا میزان کے معنی تو تمہیں معلوم ہیں۔ ان بچوں کو بتلا رہا ہوں۔ بھئی دیکھو۔ دو پلے دائیں اور بائیں اور ان کے درمیان میں ایک ڈنڈی۔ یہ دونوں پلوں کو متوازن رکھتی ہے۔ اس کا نام ہے میزان عربی میں اور ترازو اُردو میں۔ اب تم کیا کرتے ہو ایک پلے میں وزن رکھتے ہو۔ دوسرے پلے میں کوئی چیز رکھتے ہو اور جب وہ دونوں برابر ہو جائیں تو کہتے ہو یہ چیز اس وزن کے برابر ہے۔ بھئی یہی تو ہے نا! لیکن ہر چیز کو وزن کرنے کا طریقہ الگ ہے۔

لوگ شعر کہتے ہیں تو شعر کے لیے میزان پہلے ہے۔ کس بحر میں شعر کہا جائے۔ اگر بگڑ جائے، دائیں بائیں ہوجائیں الفاظ تو وہ میزان ٹوٹ جائے گی۔ سارے علوم کی میزان منطق ہے۔ شعر کی میزان عروض ہے۔ سائنسی علوم کی میزان علمِ ریاضی ہے۔

دیکھو! تم فاصلہ ناپتے ہو گاڑیوں میں لگے ہوئے میٹر سے۔ یہ فاصلہ کی میزان ہے۔ تم ایندھن دیکھتے ہو کہ کار میں ایندھن کتنا ہے وہ ایندھن کی میزان ہے۔ تو جیسی چیز ویسی میزان۔ میں کہنا یہ چاہ رہا ہوں کہ جس میزان پر سونا تلتا ہے اس پر گیہوں کو نہیں ''تولو'' گے اور جس ترازو پر گیہوں تلتی ہے اس پر ہیرے اور جواہرات کو نہیں تولو گے۔ تو جیسی چیز ویسی میزان۔ اب ہدایت کی میزان ہو تو کیا ہو؟

ہدایت کو کیسے ''تولیں''۔ خود قران نے آواز دی۔

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ (سورۂ بنی اسرائیل آیت ۹) یہ قران ہے جو انتہائی مضبوط باتھوں کی طرف لوگوں کی ہدایت کرتا ہے۔ تو پہلی میزانِ ہدایت قران۔

ہر سال یہاں کچھ نئے سننے والوں کا اضافہ ہوجاتا ہے۔ کچھ بچے بالغ ہوجاتے ہیں، کچھ بے شعور بچے باشعور ہوجاتے ہیں تو میں ہر سال ایک جملہ کہتا ہوں کہ میں اس منبر سے ان موضوعات کے سننے کا عادی بنا رہا ہوں جو موضوعات عام طور پر منبروں سے discuss نہیں ہوتے۔

تو پہلی میزانِ ''ہدایت قران''۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ۔ (سورۂ بقرہ آیت ۱۸۵)

یہ قران ہدایت ہے سارے انسانوں کے لیے۔ خالی تمہارے لیے نہیں کوئی بھی انسان ہو، ہندو ہو، عیسائی ہو، یہودی ہو، کوئی بھی ہو۔ یہ قران ہدایت ہے ساری انسانیت کے لیے۔ یاد رکھنا اسے پوری انسانیت کے لیے ہدایت ہے۔

سورۂ نحل سولہواں سورۂ قران کا (آیت کا نشان ۶۴)

وَهُدًی وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ۔

یہ قران ہدایت ہے ان لوگوں کے لیے جو ایمان چاہتے ہیں؟ جو عقیدہ چاہتے ہیں۔

پہلے کہا: پوری انسانیت کے لیے ہدایت ہے۔ اب کہا: جو ایمان لانا چاہتے ہیں ان کی ہدایت ہے۔ اور اب سورۂ بقر کے آغاز میں کہا:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ الٓمّٓ ۚ﴿۱﴾ ذٰلِکَ الۡکِتٰبُ لَا رَیۡبَ ۚۖۛ فِیۡہِ ۚۛ ہُدًی لِّلۡمُتَّقِیۡنَ ۙ﴿۲﴾۔

یہ ہدایت ہے متّقین کے لیے۔

اب میرا سوال ہے ان نوجوانوں سے جو میرے سامنے، دائیں اور بائیں بیٹھے ہیں کہ میاں یہ اختلاف ہو گیا آیتوں میں۔ ایک مقام پر ارشاد ہوا کہ پوری انسانیت کے لیے ہدایت ہے۔ سورۂ نحل میں کہا کہ جو ایمان لانا چاہتے ہیں ان کے لیے ہدایت ہے۔ پھر کیا کہا؟ یہ کتاب ہدایت ہے متّقیوں کے لیے۔

کبھی کہتا ہے انسانوں کے لیے ہدایت ہے۔ کبھی کہتا ہے مومنوں کے لیے ہدایت ہے۔ کبھی کہتا ہے متّقین کے لیے ہدایت ہے۔ بھئی اختلاف ہو گیا نا! خدا کی قسم! یہ اختلاف نہیں ہے۔ یہ فہم قرآن کے تین درجے ہیں۔

بہت آسان کروں گا تاکہ میرے نوجوان دوستوں تک قرآن کریم کا یہ message پہنچ جائے۔

سورۂ بقرہ میں ایک آیت ہے۔

وَ اِنۡ کُنۡتُمۡ فِیۡ رَیۡبٍ مِّمَّا نَزَّلۡنَا عَلٰی عَبۡدِنَا فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَۃٍ مِّنۡ مِّثۡلِہٖ ۪ (آیت ۲۳)

اگر تم سمجھتے ہو کہ یہ اللہ کا کلام نہیں ہے تو اس کے جیسا ایک سورہ بنا کر لے آؤ۔ یہ دوسرے سورے میں کہا گیا۔

اور اب چیلنج کو بڑھا دیا پروردگار نے۔ سورۂ ہود۔

فَاۡتُوۡا بِعَشۡرِ سُوَرٍ مِّثۡلِہٖ مُفۡتَرَیٰتٍ (آیت ۱۳)

جاؤ اگر یہ سمجھتے ہو کہ یہ اللہ کا کلام نہیں ہے تو ایسے دس سورے بنا کر لے آؤ۔

گیارہویں سورے میں کہا گیا۔

اب تیسرا چیلنج دیا۔

قُلۡ لَّئِنِ اجۡتَمَعَتِ الۡاِنۡسُ وَ الۡجِنُّ عَلٰۤی اَنۡ یَّاۡتُوۡا بِمِثۡلِ ہٰذَا الۡقُرۡاٰنِ لَا یَاۡتُوۡنَ بِمِثۡلِہٖ وَ لَوۡ

كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا۔ (سورۂ بنی اسرائیل آیت ۸۸)

حبیب چیلنج کر دے کہ اگر یہ سارے انسان اور سارے جن مل کر اس کتاب کا جواب لانا چاہیں تو نہیں لا سکتے۔ چاہے وہ ایک دوسرے کی مدد کریں یا نہ کریں۔

پہلے ایک سورے کا چیلنج پھر دس سوروں کا چیلنج پھر پوری کتاب کا چیلنج اور یہ کہاں ہے۔ (سترہویں سورہ میں)۔ پندرھویں پارے میں۔ آدھا ادھر اور آدھا اُدھر۔ مگر ایک جملہ کہنے کی اجازت دے دو۔ کہ جیسے کلام اللہ کا ہے ویسے ہی ترتیب بھی اللہ ہی کی دی ہوئی ہے۔

میں نے تین آیتیں تین مختلف مقامات سے پڑھیں جن میں چیلنج ہے۔

بھئی! یہ جملہ ذہن میں محفوظ رکھنا۔ موسیٰ علیہ السلام پر توریت نازل ہوئی ان کا عصا معجزہ تھا لیکن توریت معجزہ نہیں تھی۔ عیسیٰ علیہ السلام کے لیے کھانا آسمان سے آیا۔ کھانے کا آنا معجزہ تھا انجیل معجزہ نہیں تھی۔ داؤدؑ کی تلاوت پر پہاڑوں سے تلاوت کی آواز آتی تھی وہ داؤدؑ کا معجزہ تھا۔ لیکن زبور معجزہ نہیں ہے۔ یہ قرآن واحد کتاب ہے جسے اللہ نے ہدایت کی میزان بھی بنا کر بھیجا اور ہدایت کا معجزہ بھی بنا کر بھیجا۔

معجزہ ہونا اور ہے، معجزہ کا چیلنج ہونا اور ہے۔ قرآن معجزہ کا چیلنج بھی ہے قرآن معجزہ بھی ہے اب میں کیا بتلاؤں کہ حضرت علیؑ نے (نہج البلاغہ میں) قرآن پر خطبہ دیتے ہوئے وہ فضائل بیان قرآن کئے کہ اگر انسان سنے تو مبہوت ہو جائے۔

خطبہ کا نشان ۱۹۴ اور اس خطبہ میں علیؑ نے ۴۲ جملے قرآن کے بارے میں فرمائے۔ ظاہر ہے کہ اتنا وقت نہیں ہے کہ میں ۴۲ جملے تمہیں سناؤں لیکن دو چار جملے ضرور سناؤں گا۔

ثم انزل علیه الکتاب نوراً لا تطفاءُ مصابیحه و سراجاً لایخبو توقده، وبحراً لایدرك قعره۔

سنو میرے اللہ نے میرے بھائی محمدؐ پر وہ کتاب اتاری جو ایسا نور ہے جس کی قندیلیں گُل نہیں ہوتیں۔ ایسا چراغ ہے جس کی لو خاموش نہیں ہوتی،

وبحراً لایدرك قعره۔ ایسا گہرا سمندر ہے کہ جس کی تھاہ تک کوئی جا نہیں سکتا۔

وعزاً لاتهزم انصاره، اور قرآن اپنے پڑھنے والے کو ایسی عزت دیتا ہے اور ضمانت دیتا ہے کہ زمانہ ہار جائے تو زندگی کی دوڑ میں کبھی نہیں ہارے گا،

جعله الله ریاً لعطش العلمآء اللہ نے اس کتاب کو علماء کی تشنگی کے لیے ایسا پانی بنایا ہے کہ وہ سیراب ہوجائیں۔

وربیعاً لقلوب الفقها اور اللہ نے فقہا کے دلوں کے لیے اس قرآن کو باغ بنا دیا ہے۔

ورياض العدل و غدرا نه یہ قرآن عدل کا باغیچہ ہے اور اس میں مختلف مقامات پر عدل کے تالاب ہیں۔ (آخری تین جملے) علماً لمن وعا، وحديثاً لمن روى، وحكماً لمن قضىٰ۔

یہ ان کے لیے علم ہے جو سمجھ سے کام لیں۔ یہ ان کے لیے بیان کرنے کی بات ہے جو سچّی بات بیان کرنے کے عادی ہوں اور یہ ان کے لیے فیصلہ ہے۔ جو سچ فیصلہ کرنے کے عادی ہوں۔

بھئی! میرا جملہ یاد رکھو! چیلنج دے رہا ہوں کہ قرآن پر علیؑ کے علاوہ کسی نے گفتگو نہیں کی۔ بھئی گفتگو تو وہ کرے جو پہلے قرآن کو سمجھ لے۔

دیکھو known history کے اعتبار سے وہ حدیث ہو یا تاریخ دین ہو اللہ نے انسانیت کے لیے ۱۱۴ صحیفے اتارے۔ ۱۱۴ میں سے بہت سے صحیفے دنیا میں پائے جاتے ہیں جو اللہ نے اتارے۔ ان کا ہمیں مطالعہ بتاتا ہے کہ انسانیت کیسے پھیلی۔ انسانیت کیسے بدلی۔ انسانیت کی تحریک کیسے کیسے پروان چڑھتی رہی۔ انسان مختلف علاقوں میں گیا تو اس نے کیسی کیسی تہذیبیں استوار کیں۔ ان کتابوں کے مطالعے سے تمہیں یہ پتہ چل جائے گا۔

تو آدمؑ سے خاتمؐ تک ۱۱۴ صحیفے نازل کیے۔ ۱۱۴ صحیفوں کو تلخیص دے کر اللہ نے چار کتابوں میں منتقل کیا۔ توریت، زبور، انجیل اور قرآن۔

تم صاحبِ فکر ہو اس لیے ایک جملہ ہدیہ کر رہا ہوں اور تمہیں کافی ہے ایک مرتبہ اشارتاً کچھ کہہ دینا تفصیل کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

تو ایک سو چودہ صحیفوں کا خلاصہ بنایا چار کتابوں میں، تلخیص دی چار کتابوں، توریت، زبور، انجیل، قران اور پھر پہلی تین کتابوں کی تلخیص کی قران میں۔ یعنی ۱۱۴ صحیفے ۱۱۴ سورے بن کر قران میں جمع ہو گئے۔ ۱۱۴ صحیفوں کا خلاصہ، چار کتابیں، پچھلی تین کتابوں کا خلاصہ قران مجید میں اور قران کا خلاصہ سورۂ حمد میں اور سورۂ حمد کا خلاصہ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ میں۔ بسم اللہ کا خلاصہ ''ب'' میں اور ''ب'' کا خلاصہ نقطہ میں۔ اب مرکزِ ہدایت سمجھ میں آیا؟

اب سمجھ میں آیا کہ میزانِ ہدایت کیا ہے۔ کیا ہے یہ قران؟

رَسُوۡلٌ مِّنَ اللّٰہِ یَتۡلُوۡا صُحُفًا مُّطَہَّرَۃً (سورہ البینۃ آیت ۲)

یہ رسول اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا ہے اور یہ قران طاہر صحیفے ہیں۔

ذرا غور کرنا شاید تمہیں کوئی دلیل مل جائے کیا کہا ''صحفاً مطہرہ'' پاک صحیفے ہیں۔ اب سورۂ عبس وہ بھی تیسویں پارے کا سورہ ہے۔ عجیب وغریب جملہ کہا پروردگار نے پوری آیت نہیں پڑھ رہا ہوں۔

مَّرۡفُوۡعَۃٍ مُّطَہَّرَۃٍۭ (آیت ۱۴)۔ یہ جو قران نازل کیا ہے پروردگار نے اس کا ہر جملہ بہت بلند ہے۔ ''مطہرہ'' ہر جملہ پاک ہے۔

جملہ یاد رکھنا۔ توریت میرے سر آنکھوں پر لیکن توریت کو بغیر وضو ہاتھ لگانا حرام نہیں ہے۔ انجیل میرے سر آنکھوں پر لیکن انجیل کو بغیر وضو ہاتھ لگانا حرام نہیں ہے۔ لیکن قران اتنا پاک ہے کہ بغیر وضو کے ہاتھ بھی نہیں رکھ سکتے۔

بھئی یہ مسئلہ تو سب کو معلوم ہے نا کہ نجس حالت میں قران پر ہاتھ نہیں رکھ سکتے لیکن میں نجس حالت کی بات نہیں کر رہا ہوں تم اس وقت سب پاک بیٹھے ہوئے ہو۔ بغیر وضو ذرا قران کے الفاظ پر ہاتھ رکھ دو! تم پاک ہو لیکن تمہیں extra طہارت چاہیے۔

قران پر ہاتھ رکھنے کے لیے اضافی طہارت چاہیے تو اتنی طاہر کتاب۔ اتری کس پر؟!

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ طٰہٰ۔ اے طیب و طاہر۔ جیسا طاہر قران ویسا طاہر قلبِ محمدؐ۔

میرے جملے کو اگر یاد رکھ سکو تو یاد رکھنا، تمہارا ساتھ قران سے کب تک ہے؟ میں اپنی مثال دے دوں۔ میرا ساتھ قران سے کب تک ہے جب تک میں نجس نہیں ہوں۔ ادھر میں نجس ہوا میرا ساتھ ٹوٹ گیا۔ مہینے میں عورت کے بھی کچھ دن ایسے ہیں کہ وہ قران کو ہاتھ نہیں لگا سکتی۔ وضو کر کے بھی نہیں لگا سکتی۔ تو سچی بات سننا۔ تمہارا ساتھ قران سے اس وقت تک ہے جب تک تم طاہر ہو۔ (پوری انسانیت سے کہہ رہا ہوں) اِدھر نجس ہوئے قران سے ساتھ چھوٹ گیا۔ تو قران کے ہمیشہ ساتھ رہنے کے لیے ہمیشہ طاہر ہونا ضروری ہے۔ اس لیے میرے نبیؐ نے کہا:

القران مع علی وعلی مع القران۔

اتنا اتحاد ہے علیؑ اور قران میں۔ اگر گنجائش ہوتی تو میں تفصیل میں جاتا۔ یہ حدیث ذہن میں رکھ لینا القران مع علی وعلی مع القران۔ قران علیؑ کے ساتھ ہے علیؑ قران کے ساتھ ہے تشریح بھر کبھی ہوگی۔ میں نے اس منبر سے ایک جملہ کہا تھا کہ علیؑ اور قران میں اتنا اتحاد ہے کہ اگر قران انسانوں میں ہوتا تو نام علیؑ ہوتا اور اگر علیؑ کتابوں میں ہوتے تو نام قران ہوتا۔

یہ تنہا علیؑ کا کرشمہ نہیں ہے میں خاندان کی بات کر رہا ہوں یعنی اتنا اتحاد ہے قران میں اور آل محمدؐ میں کہ سر کٹ کے نوک نیزہ پر آجائے آؤ کربلا کے میدان کی طرف اور لب ہائے مطہرہ کو حرکت میں دیکھو۔ آ گئی نا بات بوسہ گاہِ نبی تک!

۲۸ رجب کو جب میرا مولا مدینے سے نکلنے لگا تو عبداللہ ابن عباس موجود تھے، محمد ابن حنفیہ موجود تھے۔ بنی ہاشم کے اکابر جوان سب موجود تھے۔ حسینؑ ایک مرتبہ بیبیوں سے خدا حافظ کرنے کے لیے گھر میں داخل ہوئے۔ ام ہانیؓ، حسینؑ کی پھوپھی ہیں، علیؑ کی سگی بہن ہیں، ابوطالبؑ کی بیٹی ہیں۔

اپنی پھوپھی کی خدمت میں آئے سلام کیا۔ ام ہانیؓ نے کہا: بیٹے بیٹھ جاؤ۔ حسینؑ بیٹھ گئے۔ کہا: بیٹے تجھے سفر مبارک ہو۔ میں یہ نہیں کہتی کہ سفر نہ کر۔ جا سفر پہ لیکن کچھ دن ٹھہر جا۔ ایک ہفتہ، دو ہفتہ پھر چلا جا۔

کہا: پھوپھی امّاں! بات کیا ہے؟

کہا: بیٹے ہم بنی ہاشم کی ایک سیرت ہے کہ جب ہم پر کوئی مصیبت آنے والی ہوتی ہے تو راتوں کو جنوں کی عورتیں ماتم کرتی ہیں۔ جنوں کی عورتوں کے نوحے کی آواز آتی ہے۔ سن بیٹے جب تیرے نانا کا انتقال ہوا تو انہی گھروں میں ماتم کی اور نوحے کی صدائیں سنی گئیں۔ جب تیری ماں اس دنیا سے گئیں تو میرے کانوں نے سنا کچھ عورتیں ماتم کر رہی تھیں وہ نظر نہیں آئیں۔ جب تیرا بابا اس دنیا سے گیا تو بنی ہاشم کے گھروں میں ماتم ہو رہا تھا۔ ماتم کرنے والیاں نظر نہیں آ رہی تھیں۔ بیٹے جب تیرے بھائی کا انتقال ہوا تو پھر ماتم اور نوحے کی آواز آئی اور ماتم کرنے والیاں نظر نہیں آئیں اور بیٹے اب تجھے بتلاؤں؟ جس دن سے تو نے ارادہ کیا کہ تو سفر کرے گا تو اس آنگن میں ماتم کرنے والی عورتوں کے نوحے کی آواز بلند ہوتی ہے۔ لیکن ماتم کرنے والیاں نظر نہیں آتیں۔ ماتم کرتی جاتی ہیں اور یہ کہتی جاتی ہیں: محمد کا نواسہ محمد کے شہر کو چھوڑ کے جا رہا ہے۔

حسینؑ نے ام ہانیؓ کو سمجھایا اور اب آئے امِ سلمہؓ کی خدمت میں۔ جس کا واقعہ میں نے مجلس کی ابتداء میں پیش کیا: نانی! میں جا رہا ہوں۔ آپ سے اجازت کے لیے آیا ہوں۔

کہا: بیٹے بیٹھ جا۔

یہ وہی نانی ہے نا جسے رسولؐ خاک دے گئے تھے!

حسینؑ بیٹھ گئے کہا: بیٹے میری طرف سے اجازت ہے کہیں بھی چلا جا لیکن عراق نہ جانا۔ عراق میں ایک جگہ کا نام ہے کربلا۔ تو بہت چھوٹا تھا تو تیرے نانا نے مجھے ایک مٹھی خاک دی تھی۔ وہ خاک میرے پاس رکھی ہوئی ہے۔ رسول اللہؐ نے کہا تھا: ام سلمہؓ اس خاک کی حفاظت کرنا۔ جب یہ خاک خون ہو جائے تو سمجھ لینا میرا بیٹا مارا گیا۔ تو بیٹے مت جا۔

حسینؑ نے کہا: نانی امّاں! میری دونوں انگلیوں کے درمیان دیکھیے۔

آنکھوں کے قریب انگلیاں کر دیں۔

کہنے لگیں: بیٹے یہ تو بڑا ہولناک میدان ہے، اس میں تو لاشے پڑے ہوئے ہیں۔

کہا: نانی امّاں! میرا مرنا اس میدان میں حتمی ہے۔ یہ کہہ کر حسینؑ نے ہاتھ بڑھایا اور ایک مٹھی خاک اٹھائی اور کہا: نانی امّاں! جہاں وہ مٹی رکھی ہوئی ہے وہیں اس مٹی کو بھی رکھ دیجیے۔ اور اسے دیکھا کیجیے گا۔

حسینؑ، یہ کہہ کر چلے گئے۔ شعبان گزرا۔ رمضان گزرا، شوال گزرا، ذی قعد گزرا، ذالحجہ گزرا۔ محرم کا چاند اُفق مدینہ پر نمودار ہوا۔ ایک مرتبہ امِ سلمہؓ کو گھبراہٹ سی محسوس ہوئی۔ حسینؑ کی بوڑھی نانی، رسولؐ کی بوڑھی زوجہ حجرے میں آئیں۔ طاقچے کو دیکھا۔ دیکھا شیشی میں مٹی ہے۔ مطمئن ہوگئیں۔ پہلی محرم کو دیکھا، دوسری محرم کو دیکھا، تیسری محرم کو دیکھا، چوتھی محرم کو دیکھا۔ گھبراہٹ بڑھتی جا رہی ہے۔ لیکن مٹی مٹی ہے۔

ام سلمہؓ مطمئن ہوتی رہیں۔

عاشور کا دن تھا، ظہر کا وقت تھا ام سلمہؓ نے حجرہ کا دروازہ کھولا۔ مٹی پر نگاہ کی۔ مٹی، مٹی ہی تھی۔ ظہر کی نماز پڑھی۔ دوپہر کے بعد امِ سلمہؓ سو گئیں۔ خواب میں تھیں کہ ایک مرتبہ رسولؐ اللہ کو دیکھا۔ سر پر مٹی ہے، کاندھوں پر مٹی ہے، گریبان پر مٹی ہے، دامن پہ مٹی ہے۔ کہا: یا رسول یہ آپ کی کیا حالت ہے؟

کہا: کیا بتاؤں کربلا میں میرا نواسہ تین دن کا بھوکا پیاسا شہید ہوگیا۔ میں اس کے لاشے کے پاس سے آ رہا ہوں۔

اب جو امِ سلمہؓ نے دیکھا تو شیشی میں خونِ تازہ جوش مار رہا تھا۔ ام سلمہؓ نے وہ شیشی اٹھائی۔ آنگن میں آئیں اس شیشی کو آنگن میں رکھا اور بنی ہاشم کی عورتوں سے کہا: ارے وہ مٹی خون ہوگئی۔ بیبیاں درمیان میں شیشی رکھ کر چاروں طرف حلقہ باندھ کر بیٹھ گئیں اور ماتم کرنے لگیں۔

ہائے! ہمارا حسینؑ مارا گیا۔ ہائے! رسولؐ کا نواسہ مارا گیا۔

ہائے! فاطمہؑ کا بیٹا مارا گیا کہ اتنے میں صحن کا دروازہ کھلا بیمار بیٹی یہ کہتی ہوئی آئی:

نانی امّاں! میرے بابا نے خط کا جواب نہیں دیا۔

ایک مرتبہ شیشی پر نظر پڑی۔ کہا: نانی امّاں! اب جواب نہیں آئے گا۔ میرا بابا مارا گیا۔

مجلس دوم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قُلِ ادۡعُوا اللّٰہَ اَوِ ادۡعُوا الرَّحۡمٰنَ ؕ اَیًّامَّا تَدۡعُوۡا فَلَہُ الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰی ۚ وَ لَا تَجۡہَرۡ بِصَلَاتِکَ وَ لَا تُخَافِتۡ بِہَا وَ ابۡتَغِ بَیۡنَ ذٰلِکَ سَبِیۡلًا ﴿۱۱۰﴾ وَ قُلِ الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ لَمۡ یَتَّخِذۡ وَلَدًا وَّ لَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ شَرِیۡکٌ فِی الۡمُلۡکِ وَ لَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَ کَبِّرۡہُ تَکۡبِیۡرًا ﴿۱۱۱﴾

(سورۂ بنی اسرائیل آیت ۱۱۰۔۱۱۱)

عزیزانِ محترم! میزانِ ہدایت اور قرآن کے عنوان سے ہم نے جس سلسلۂ گفتگو کا آغاز کیا ہے وہ اپنے دوسرے مرحلے میں داخل ہو رہا ہے۔ کل گفتگو اس منزل پر رکی تھی کہ پروردگار نے اگرچہ بہت سی کتابیں اتاریں لیکن کسی کتاب کے الفاظ کو معجزہ بنا کے نہیں اتارا۔ توریت اللہ کی کتاب ہے، زبور اللہ کی کتاب ہے، انجیل اللہ کی کتاب ہے لیکن اللہ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا کہ توریت کا ایک ایک لفظ معجزہ ہے، زبور کا ایک ایک لفظ معجزہ ہے۔ واحد کتاب ہے قرآن مجید کہ جس کے لیے خود قرآن نے چیلنج کیا کہ یہ اگر اللہ کی کتاب نہیں ہے تو تم اس کا جواب بنا کے لاؤ۔

عجیب بات ہے کہ اگر آپ آج ۲۰۰۴ء میں توریت پڑھنا چاہیں تو آپ کو اپنی

زبان میں توریت کا نسخہ مل جائے گا۔ اگر آپ زبور پڑھنا چاہیں تو آپ کی زبان میں زبور مل جائے گی۔ اگر آپ انجیل پڑھنا چاہیں تو دنیا کی ساری مشہور زبانوں میں انجیل کا ترجمہ موجود ہے۔ وہ مل جائے گا۔

بھئی! عجیب بات ہے کہ توراۃ، زبور، انجیل تمہیں دنیا کی مختلف زبانوں میں ان کے ترجمے ملیں گے لیکن اگر آپ یہ مطالبہ کریں کہ جس زبان میں نازل ہوئی تھی ہم تو اس زبان میں پڑھنا چاہتے ہیں تو اصل زبور کہیں نہیں ہے، اصل توریت کہیں نہیں ہے، اصل انجیل کہیں نہیں ہے۔ سب ترجمے ملیں گے۔ اصل کہیں نہیں ملے گی۔ اصل غائب ہو گئی۔ تو جو شریعتیں منسوخ ہونے والی تھیں ان شریعتوں کی کتابوں کے اصل الفاظ کو محفوظ رکھنے کی ضرورت نہیں محسوس کی گئی۔ لیکن جس شریعت کو قیامت تک جانا تھا اس کا ترجمہ بھی موجود ہے، اس کی آیتیں بھی محفوظ ہیں۔

میں چیلنج کر رہا ہوں۔ عبرانی میں اگر انجیل نازل ہوئی تو عبرانی میں آج اس کا کوئی نسخہ موجود نہیں ہے، انگریزی میں مل جائے گا، فارسی میں ملے گا، عربی میں ملے گا، اُردو میں ملے گا۔

واحد کتاب ہے قرآن مجید جس کے ایک ایک لفظ کو پروردگار نے اپنی حفاظت کے دائرے میں رکھا۔ اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ۔ (سورۃ الحجر آیت ۹)

ہم نے اس قرآن کو اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔

تو حفاظت صرف لفظوں کی نہیں، حفاظت معنی کی بھی ہے۔

پروردگار نے آواز دی سورۂ نحل میں نَزَّلۡنَا عَلَیۡکَ الۡکِتٰبَ تِبۡیَانًا لِّکُلِّ شَیۡءٍ وَّ ھُدًی وَّ رَحۡمَۃً وَّ بُشۡرٰی لِلۡمُسۡلِمِیۡنَ (آیت ۸۹) قرآن کی صفتیں سنتے جاؤ۔

نَزَّلۡنَا عَلَیۡکَ الۡکِتٰبَ۔ حبیب ہم نے اس کتاب کو تیرے اوپر اتارا

تِبۡیَانًا لِّکُلِّ شَیۡءٍ اس میں ہر شے کا کھلا ہوا بیان ہے۔

وَّ ھُدًی یہ کتاب رحمت ہے،

وَّ رَحۡمَۃً یہ کتاب رحمت ہے

وَّ بُشْرٰی یہ کتاب بشارت ہے

لِلْمُسْلِمِیْنَ اسلام لانے والوں کے لیے۔

تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ اس کتاب میں ہر شے کا بیان ہے۔ اب میں پوچھنا چاہ رہا ہوں قرآن کا اتنا بڑا دعویٰ ہے مجھے بتاؤ کہ مغرب کی تین رکعتیں کدھر لکھی ہیں؟

بھئی سوال ہے نا! جب کہہ رہا ہے "تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ" اس کتاب میں ہر شے کا کھلا ہوا بیان ہے۔ تو تم سے پوچھ رہا ہوں کہ اس میں مغرب کی تین رکعتیں کدھر لکھی ہیں؟ بھئی بات فقط اتنی ہے کہ لکھی تو ہیں مگر تمہیں نظر نہیں آ رہی ہیں۔

میں جامن کے درخت کی ایک گٹھلی اپنی ہتھیلی پر رکھوں اور کہوں کہ مجھے اس میں ایک پورا درخت نظر آ رہا ہے تو تم انکار کرو گے؟ نہیں! تو دیکھنے میں تو گٹھلی ہے پورا درخت تو ہے نہیں لیکن جب نکلے گا تو پورا درخت نظر آ جائے گا۔

خطِ فکر سے میں تمہیں بہت تیزی سے آگے لے جا رہا ہوں۔ ایک مقام پر کہنے لگا:

لا یاتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه (سورۂ فصلت آیت ۴۲)

ہم نے یہ کتاب اتنی مضبوط بنائی ہے کہ اگر کوئی حملہ کرنا چاہے تو نہ اس پر سامنے سے حملہ ہوسکتا ہے نہ پیچھے سے حملہ ہوسکتا ہے۔ ایسا مضبوط قلعہ ہے یہ قرآن مجید کہ نہ تم اس پر سامنے سے حملہ کرسکتے ہو نہ پیچھے سے حملہ کرسکتے ہو۔ اسی لیے تو اللہ نے قرآن کو میزانِ ہدایت بنایا۔

دیکھو قرآن ہے میزانِ ہدایت اب اگر کبھی قرآن ہی پر حملہ ہو جائے تو کیا ہو؟

یہ جملہ میں نے کیسے کہہ دیا اس لیے کہ قرآن کہہ چکا ہے کہ نہ آگے سے حملہ ہوگا نہ پیچھے سے حملہ ہوگا تو قرآن پر حملہ کامیاب نہیں ہوگا لیکن کرنے والے تو کریں گے نا؟

قرآن پر حملہ کامیاب ہو یا نہ ہو جس کے مزاج میں اِبلیسیّت ہے وہ حملہ کرے گا یا نہیں؟ اب رسولؐ پر حملہ کامیاب ہو یا نہ ہو جس کے مزاج میں اِبلیسیّت ہے وہ رسولؐ پر حملہ کرے گا یا نہیں؟

یہ جملہ اتفاق سے میری زبان پر آ گیا۔ سمجھتے ہو کہ اِبلیسیّت کیا ہے؟ سورۂ

اعراف۔ ساتواں سورہ قرآن مجید کا اور اس کی بارہویں آیت۔

وَمَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ۔ میں نے تجھے امر کیا تھا۔ (اللہ کہہ رہا ہے) کہ سجدہ کر۔ تو نے سجدہ کیوں نہیں کیا؟

اس نے کہا: آدم مجھ سے کمتر ہے۔ بھئی! اللہ بات کر رہا ہے اپنے امر کی تو یہ آدم کو درمیان میں کہاں سے لے آیا؟

تو جہاں بھی اللہ کی بات ہٹا کر اپنی بات کی جائے وہاں اِبلیسیّت ہے۔

امر کیا ہے؟ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَ الْاَمْرُ ۗ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ (سورۂ اعراف آیت ۵۴) آگاہ ہو جاؤ کہ امر کا پورا کنٹرول اللہ کے پاس ہے امر میں کسی کو دخل دینے کا حق نہیں ہے۔ کیا کمال کی آیت ہے۔ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَ الْاَمْرُ ۗ۔ آگاہ ہو جاؤ خالق بھی وہی ہے، آمر بھی وہی ہے۔ آمر کا لفظ تو تم جانتے ہونا! اسی سے نکلا ہے آمریّت۔ تو جب آمر وہ ہے تو کسی کو آمریّت کا حق نہیں ہے۔

تبارك الله رب العالمین۔ بابرکت ہے وہ اللہ جو عالمین کا پروردگار ہے۔ امر اللہ کے کنٹرول میں اور اب آواز دی لَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى ۗ بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا۔ (سورۂ رعد آیت ۳۱)

لَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ۔ یہ وہ قرآن ہے کہ جس کے ذریعے پہاڑوں کو ہٹایا جا سکتا ہے۔

اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اور اس قرآن کے ذریعے زمین کے فاصلے کو تیزی کے ساتھ طے کیا جا سکتا ہے۔

اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى اور اس قرآن کے ذریعے مُردوں سے بات کی جا سکتی ہے۔

بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا۔ یہ قرآن امر ہے اور سارے امر اللہ کے لیے ہیں۔ میں اپنے سننے والوں کو کہاں پر لے کر آ گیا۔

لَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ۔ اگر قرآن کی طاقت کسی کے پاس ہو تو وہ پہاڑوں کو

ہٹا سکتا ہے۔ راستے طے کرسکتا ہے۔ مُردوں کو زندہ کر کے بات کرسکتا ہے۔ اب مجھے پہاڑوں کے ہٹانے والے تو نہیں ملے لیکن عیسائی مل گئے جنہوں نے کہا: یہ اگر پہاڑوں کے ہٹنے کی دُعا کریں!

تو سارے امر اللہ کے لیے۔ قرآن امر۔ سورۂ شوریٰ میں آواز دی۔

وَ کَذٰلِکَ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡکَ رُوۡحًا مِّنۡ اَمۡرِنَا۔ (آیت ۵۲) حبیب تیرے اندر ہم نے اپنے امر کی پوری روح پھونک دی۔ جیسا امر قرآن ویسا امر محمدؐ۔

بھئی یہی تو میزان ہدایت ہے کہ اگر ایک طرف کلامِ الٰہی ہے تو دوسری طرف سنتِ محمدؐ ہے۔ قرآن امر۔ سُنّتِ محمدؐ امر۔

اب ایک جملے میں فیصلہ ہوگا۔ امرِ الٰہی قرآن ہے، امر الٰہی سُنّتِ محمدؐ ہے۔ اب جو بھی وارث قرآن ہو اور جو بھی وارث رسولؐ ہو۔ وہ صاحب امر ہوگا یا نہیں؟

قرآن امرِ الٰہی، میرا نبی امرِ الٰہی۔ میرے نبی کا قول و عمل امرِ الٰہی۔

جو وارث ہو وہ صاحب امر ہو۔

بھئی آج سمجھ میں آیا۔ امرِ الٰہی کی مخالفت ہو یا صاحب امر کی مخالفت ہو اسی کا نام اِبلیسیّت ہے۔

قرآن امر ہے، سُنّتِ رسولؐ امر ہے۔ جو امر سے بھٹکائے وہ ابلیس۔ ایک جملہ میں نے کبھی کہا تھا کہ میاں ابلیس جو ہے اس سے ہر انسان ڈرا ہوا ہے۔ یہ نشتر پارک کا اتنا بڑا مجمع یہ سب ڈرے ہوئے ہیں کہ کہیں ابلیس گمراہ نہ کر دے۔ بھئی ڈرے ہو یا نہیں؟ اور اگر نہیں ڈرے ہوئے ہو تو ڈرنا شروع کرو اس لیے کہ قرآن نے کہا ہے۔

لاتتبع خطوات الشیطٰن۔ شیطان کی پیروی نہ کرنا۔ کبھی بھی گمراہ کرسکتا ہے۔ تو نشتر پارک کا مجمع ڈرا ہوا ہے کہ کہاں، کس وقت، کس موقع پر گمراہ کر دے۔

اچھا تو نشتر پارک والے ہی ڈرے ہوئے ہیں، کھارادر والے ڈرے ہوئے نہیں ہیں؟ لی مارکیٹ والے ڈرے ہوئے نہیں ہیں؟ کراچی ویسٹ کا پورا علاقہ کا وہاں کوئی ڈرا ہوا

نہیں ہے؟ نہیں بھئی! جہاں جہاں مسلمان ہے وہ ڈرا ہوا ہے کہ ابلیس کہیں گمراہ نہ کر دے۔ نہ صرف کراچی بلکہ شہداد پور والا بھی ڈرا ہوا ہے، حیدرآباد والا بھی ڈرا ہوا ہے، اچھا بھئی پورا سندھ؟ نہیں کوئٹے والا بھی ڈرا ہوا ہے، پشاور والا بھی ڈرا ہوا ہے۔ اچھا تو صرف پاکستان میں ڈرے ہوئے ہیں؟ نہیں، جہاں جہاں مسلمان ہیں سب ڈرے ہوئے ہیں۔

اب ایک جملہ تمہیں ہدیہ کروں گا اور اسے اپنے ذہنوں میں گرہ دے کر باندھ لینا۔ پوری دنیا کے گلوب پر جہاں جہاں مسلمان ہیں ڈرے ہوئے ہیں ابلیس سے کہ کہیں گمراہ نہ کر دے۔ ہے ایک! بھئی کوئی پانچ ہزار کا سوار ابلیس نہیں ہے۔ ابلیس ایک ہے اور پورے گلوب پر ہر مسلمان ڈرا ہوا ہے کہ کہیں مجھے گمراہ نہ کر دے تو یہ عجیب مسلمان ہے ابلیس کو حاضر ناظر جانتا ہے میرے محمدؐ کو حاضر ناظر نہیں جانتا۔

اچھا ماضی میں ہر انسان ڈرا ہوا تھا۔ حال میں ہر مسلمان ڈرا ہوا ہے۔ میں نے کہا: بھئی! چھوڑو یہ ابلیس آدمؑ سے پہلے کی مخلوق ہے۔ آدمؑ کو آئے ہوئے بارہ تیرہ ہزار سال ہو گئے۔ تو مر کھپ گیا ہوگا کہیں۔ اب ڈرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اتنا بوڑھا کہیں زندہ رہ سکتا ہے۔ مر گیا ہوگا کہیں کھپ گیا ہوگا۔ کہیں دفن ہو گیا ہوگا۔ کسی نے جلا دیا ہوگا۔ یہ آج تم ابلیس کو لے کر کہاں بیٹھ گئے ہو؟

کہنے لگے: آپ عجیب بات کرتے ہیں!

میں نے کہا: زندہ کیسے رہے گا؟

کہنے لگے: زندہ کیسے نہیں رہے گا۔ اللہ نے اسے زندہ رکھا ہے۔

تو آپ کا اسلام بھی عجیب ہے کہ جو مرکزِ گمراہی ہو اسے تو اللہ زندہ رکھے اور جو میزانِ ہدایت ہو؟!

اچھا تم کہتے ہو تو ہم مانے لیتے ہیں۔ عقیدہ تو ہمارا بھی یہی تھا لیکن اتحاد کے لیے تمہاری بات کو ہم تسلیم کریں گے۔

بھئی ہے۔ زندہ ہے۔ بتلاؤں کہ ابلیس کا فلسفہ کیا ہے؟ کیا کمال کی آیت

ہے جو تمہیں ہدیہ کر رہا ہوں۔ کبھی کبھی قرآن کو ترجمہ کے ساتھ پڑھ لیا کرو۔ تمہارے عقیدوں کو صیقل ہوگی۔ قرآن ہی تو میزانِ ہدایت ہے نا!

میں نے تین سال قبل اس منبر سے ایک جملہ کہا تھا۔ اور نوجوان دوستوں سے پھر اپیل کرتا ہوں کہ ۲۴ گھنٹوں میں سے آدھا گھنٹہ تو نکالو قرآن کی تلاوت کرنے کے لیے، قرآن کو سمجھنے کے لیے۔ خدا کی قسم یہ وہ کتاب ہے جو ماں سے زیادہ مامتا رکھتی ہے اور باپ سے زیادہ شفقت رکھتی ہے۔

سورۂ حشر ۵۹ واں سورہ قرآن کا اور اس کی سولہویں آیت۔ پوری آیت نہیں پڑھوں گا۔

وَقَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ۔ ابلیس انسان سے کہتا ہے کافر ہو جا۔

میزانِ گمراہی تمہارے سامنے آرہی ہے اور اس کے سامنے ہے میزانِ ہدایت۔ ابلیس انسان سے کہتا ہے کافر ہو جا۔

فَلَمَّا كَفَرَ جب انسان اس کے کہنے سے کافر ہو جاتا ہے۔

قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ تو کہتا ہے میں تجھ سے بیزار ہوں۔

ابھی تو تو نے کافر بنایا ہے اور جب کافر ہو گیا تو کہتا ہے میں تجھ سے بیزار ہوں تو جو کافر بنا کے درمیان میں چھوڑ دے وہ ابلیس۔ جملہ بدل رہا ہوں۔ جو کافر بنا کے درمیان میں چھوڑ کے بھاگ جائے وہ ہے ''گمراہی کی میزان'' اور جو مسلمان بنا کے جنت میں لے جائے وہ ہے ''ہدایت کی میزان۔''

اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ابلیس کا طریقہ جانتے ہو کیا ہے؟

بھڑکاتا ہے کہتا ہے: کافر بن جا۔ منہ سے نہیں کہتا وہ تو دل میں ڈالتا ہے۔

فَلَمَّا كَفَرَ اور جب انسان اس کے بہکائے میں آ کر کافر ہو جاتا ہے۔

قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ تو ابلیس یہ کہہ کے بھاگ جاتا ہے کہ میں تو تجھ سے بیزار ہوں۔

اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں۔

ابلیس کہہ رہا ہے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ تو ہر ڈرنے والے پر بھی اعتبار نہ کرنا۔

تو تم نے ابلیس کا مزاج دیکھا۔ اِنِّیۡۤ اَخَافُ اللّٰہَ رَبَّ الۡعٰلَمِیۡنَ۔
گمراہ کیا، بہکایا جب وہ بہک گیا، کافر ہوگیا تو کہنے لگا: میں تجھ سے بیزار ہوں۔
بھاگ جا میرے پاس سے، ہٹ جا!
خبردار! کوئی ابلیس پر اعتبار نہ کرے۔ بھئی! مرحب کو ابلیس نے تو مروایا تھا۔
مشورہ دے کے بھیج دیا تھا۔ مرحب تو دوست تھا نا ابلیس کا۔ تو جو ابلیس اپنے دوستوں کے
کام نہ آئے وہ اپنے دشمنوں کے کام کیا آئے گا۔
ابلیس نہ قبر میں سہارا ہے، ضمانت نہیں لیتا۔ کسی کو گمراہ کر دیا اور بھاگ گیا۔ یعنی
عجیب کمال ہے۔ کیا خود گمراہ اور ذمہ داری لینے کے لیے تیار نہیں ہے۔ یعنی قبر میں کوئی
ذمہ داری نہیں۔ محشر میں کوئی ذمہ داری نہیں، میزان پر کوئی ذمہ داری نہیں، پل صراط پر
کوئی ذمہ داری نہیں۔

یہ وہ ہے جو ''گمراہی کی میزان'' ہے اور اب ''ہدایت کی میزان''۔ میرے نبی نے
پہلے جملے میں ذمہ داری لی۔ قولوا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تفلحوا۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہہ دو میں
تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔
دیکھو برابر سے موازنہ کرلو۔ گمراہی کی میزان، ہدایت کی میزان۔
ہادی! مرکزِ ہدایت، میزانِ ہدایت ذمہ داری کو قبول کرتا ہے۔
قولوا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تفلحوا۔ میرے نبی کی نبوت کا پہلا جملہ ہے۔
اپنی زبان سے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہہ دو میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔
ایک جملہ میرے نبی کا۔ دوسرا جملہ من قال لا الله الا الله وجبت له الجنة۔
جس نے بھی پوری سنجیدگی کے ساتھ اور پوری دیانت کے ساتھ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ
کہہ دیا میں کہتا ہوں کہ جنت اس کی ہوگئی۔
یہ ہے محمدؐ رسول اللہ۔ دو جملے پیغمبر کے اور ایک جملہ اللہ کا۔
قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ۔ (آل عمران آیت ۳۱) حبیب ان

سے کہہ دو۔

''قل'' ہے اس پر۔ ''قل'' پہ بھی میں بات کروں گا کیونکہ سرنامۂ کلام میں میں نے جن آیتوں کی تلاوت کی ہے۔ ان دونوں آیتوں میں لفظ ''قل'' ہے۔ تو اس ''قل'' کو ذہن میں رکھ لو۔

قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ۔ حبیب دنیا والوں سے کہہ دے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو اس کا زبانی دعویٰ کافی نہیں ہے۔ میرا اتباع کرو۔ محبت اللہ کی، اتباع محمدؐ کا۔ اگر تم نے محمدؐ کا اتباع کر لیا تو نتیجہ کیا ہوگا؟ تم اللہ کے محبوب بن جاؤ گے اور جو اللہ کا محبوب ہوگا، وہ جنت میں جائے گا۔

دو جملے نبی کے ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ'' کے سلسلے میں۔

کہہ دو ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ'' میں تمہیں جنت میں لے جاؤں گا۔

ایک جملہ قرآن کا ''اگر جنت چاہیئے میرے محمدؐ کا اتباع کرو۔''

اور اب میرے نبیؐ نے آواز دی: یاعلیؑ! انت قسیم الجنة و النار۔

اور یوں بھی روایت آئی ہے۔ یا علی انت قسیم النار و الجنة ۔

دونوں طریقوں سے روایت ہے اور اگر حدیث صرف میرے مسلک کی کتابوں میں ہو تو میں صرف اس کا اعلان کروں گا لیکن یہ تو وہ حدیثیں ہیں جو quote کر رہا ہوں کہ یہ ہر مسلک کی کتابوں میں مل جائیں گی۔

علیؑ! تو ہے جنت اور جہنم کا تقسیم کرنے والا۔

لکھا سب نے ہے، عمل کس نے کیا مجھے نہیں معلوم۔ یہ میرا موضوع نہیں ہے۔ جو علیؑ کو پہلا مانے اس نے بھی لکھا جو علیؑ کو چوتھا مانے اس نے بھی لکھا۔ جو علیؑ کو کچھ نہ مانے اس نے بھی لکھا۔ ایسے لوگ بھی ہیں جو علیؑ کو کچھ نہیں مانتے۔ یہ جملہ جو میری زبان سے ادا ہوا ہے اس کا کچھ مطلب ہے۔

وہ جو علیؑ کو پہلا مانے اس نے بھی لکھی۔ وہ جو علیؑ کو چوتھا مانے اس نے بھی لکھی۔ وہ

جو علیؑ کو کچھ نہ مانے اس نے بھی لکھی وہ کون ہوگا جو علیؑ کو کچھ نہ مانے تو اب میں تمہارے سامنے دلیل دے دوں۔ مسلمانوں کے دو عظیم مسلک۔ ایک نے علیؑ کو پہلا مانا، ایک نے علیؑ کو چوتھا مانا۔ جس نے علیؑ کے خلاف تلوار کھینچی اس نے پہلا مانا نہ چوتھا مانا۔

دیکھو ضمانت لی ہے رسولؐ نے۔ ابلیس گمراہ کر کے بھاگ گیا۔ وہ گمراہی کی میزان ہے۔ میرا نبی ہدایت کر کے رک گیا کہ آ جاؤ صراطِ مستقیم پر۔ اگر صراطِ مستقیم پر آ گئے تو میں ضامن ہوں تمہاری جنّت کا۔ تمہیں اب حوالے کر دوں گا علیؑ کے۔

یاعلی انت قسیم النار و الجنة۔

صحیح کتابوں میں روایت ہے۔ ان فاطمة سیّدة اهل الجنة۔

میری نگاہ میں جتنا احترام قران مجید کی آیتوں کا ہے۔ نہیں الفاظ بدل دوں۔ میری نگاہ میں جتنی معنویت قران مجید کی آیتوں میں ہے اتنی ہی معنویت میرے نبی کی حدیثوں میں ہے۔ اس سے کم نہیں ہے۔ معنویت کی گہرائی کی بات کر رہا ہوں۔

ان فاطمة سیّدة اهل الجنة ۔ میری فاطمہ اہل جنّت کی سردار ہے۔

کیا کہا: میری بیٹی فاطمہ اہل جنّت کی سردار ہے۔

میں تیسری مرتبہ جملہِ دہرا رہا ہوں۔ میری بیٹی فاطمہ اہلِ جنّت کی سردار ہے۔

جانتے ہو۔ محدثین نے روایت لکھ کے شرح کیا لکھی؟ کہ جب قیامت ہو جائے گی اور لوگ جنّت میں اور جہنّم میں چلے جائیں گے تو اس وقت فاطمہؑ کی حیثیت جنّت میں ملکہ اور سردار کی ہوگی۔ یہ لکھا ہے محدثین نے۔ مجھے اس سے اختلاف ہے۔ رسولؐ نے یہ تو کہا ہی نہیں ہے کہ جنّت کی بات کر رہا ہوں۔ میری بیٹی فاطمہؑ اہل جنّت کی سردار ہے۔ جنّت والوں کی سردار ہے یعنی جنّت والوں کو دنیا ہی میں پہچان لو۔ جو فاطمہؑ کے پیچھے چلے وہ جنّتی ہے۔ جو منہ پھیر لے وہ جہنّمی ہے۔

پہلی روایت: علیؑ قسیم الجنة و النار ہے۔

دوسری روایت: فاطمہِ اہلِ جنّت کی سردار ہے۔

تیسری روایت: الحسن و الحسین سیّد شباب اهل الجنة

حسنؑ و حسینؑ جنّت کے جوانوں کے سردار ہیں۔

جب پیغمبر اکرمؐ کا وصال ہوا ہے۔ میں نے غلط لفظ استعمال کر دیا، انتقال ہوا ہے۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو جانا۔ وصال کے معنی ہیں چپک جانا۔ وصل۔ تو ہمارے یہاں وصال نہیں ہے۔ موت وصال نہیں ہے اور یہ جو ظاہری موت ہے یہ انتقال ہے۔ یہ موت بھی نہیں ہے۔ اس لیے کہ اگر نبیؐ مر جائے تو ہم مسلمان کیسے؟

یعنی اگر نبیؐ مر گیا تو ہم کیسے زندہ ہیں ہماری زندگی دلیل ہے حیاتِ محمدؐ کی۔

محمد الرسول الله۔ محمدؐ اللہ کا رسول ہے۔ کل تھا، آج ہے، کل رہے گا۔

نہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ میں تبدیل آئی نہ محمد الرسول الله میں تبدیلی آئی۔

دیکھو نبی کا علم غیب میں نے تمہیں بتلا دیا۔ دنیا میں جتنے لوگ بھی اعمالِ صالح کرتے ہیں ان میں hundred percent مسلمانوں کی نیت یہ ہوتی ہے کہ ہمیں جنّت مل جائے، جہنّم سے ہم بچ جائیں۔ بہت سیدھی بات ہے۔ ابھی حج کا موسم گزرا ہے بہت سے لوگ گئے انہوں نے اپنی زندگی کی پرواہ نہ کی۔ زندہ گئے لیکن زندہ واپس نہیں آئے۔ حج تو ہو جائے۔ اتنی پریشانیاں، اتنے مصائب، اتنی بلیّات مگر حج ہو جائے۔ تو مسلمان حج کر رہا ہے جنّت کی تمنا میں، روزے رکھ رہا ہے جنّت کی تمنا میں، نمازیں پڑھ رہا ہے جنّت کی تمنا میں، اب مسلمان سے پوچھو: جنّت ہے بھی؟

ایک سوال ہے: کہ جنّت کی تمنا میں کام کیے جا رہے ہو۔ جنّت ہے بھی؟

کہے گا: ہے۔

مسلمان ہے نا! ہم نے کہا: دیکھی؟

کہا! دیکھی تو نہیں بغیر دیکھے مانا۔

یہ ہے ایمان بالغیب۔ اچھا بھئی یہ غیب پہ ایمان کیسے آ گیا؟ بس اس پر ایک ارب مسلمانوں کو دل چاہتا ہے کہ مبارک باد دوں۔ جنت دیکھی نہیں مگر ہے۔ یہ ہے ایمان

بالغیب۔ تو یہ ایمان بالغیب آ کہاں سے گیا کہ دیکھی نہیں مگر ہے۔ کہنے لگا کہ وہ نبیؐ جو ہدایت کی میزان ہے اس نے کہا کہ جنّت ہے تو پھر ہے۔

بھئی ہم نے کہا کہ نبی کہہ دے کہ جنّت ہے تو سب مان لیں۔ اور وہی نبیؐ کہے کہ میرے بعد بارہ ہیں تو کوئی نہ مانے!

اب کل کی گفتگو کو اس مرحلے پر خود relate کرو، میں relate نہیں کروں گا۔

بھئی علیؑ ہے جنّت اور جہنم کا تقسیم کرنے والا۔

قرآن ہے ''میزانِ ہدایت۔'' رسولؐ ''میزانِ ہدایت۔''

اور اب میرے رسولؐ نے کہا: القران مع علی۔

آج میں اس روایت کو ذرا سا کھولنا چاہ رہا ہوں۔ اتنا ہی کہا؟ القران مع علی قرآن علیؑ کے ساتھ ہے۔ اتنا ہی کہا؟

وعلی مع القران اور علیؑ قرآن کے ساتھ ہے۔

دیکھو ۴۵ دقیقوں کے اوپر میں نے تم سے گفتگو کی۔ تو بہت غور سے سننا میرا یہ معروضہ۔ میں ۴۵۔۴۶ منٹ سے تم سے گفتگو کر رہا ہوں۔ تو میں تو پورا تمہارے ساتھ ہوں۔ لیکن ہوسکتا ہے کہ میرے سامعین میں سے کسی کا دماغ کہیں اور ہو تو وہ پورا میرے ساتھ نہیں ہے۔

اس سے زیادہ تو بات واضح ہو بھی نہیں سکتی تھی۔ ۴۵ دقیقے ہو گئے ۴۶ واں شروع گیا میں پورا تمہارے ساتھ ہوں لیکن اگر تمہارا ذہن کہیں اور ہے، تمہارا خیال کہیں اور ہے تو تم پورے میرے ساتھ نہیں ہو۔ تو یہ ساتھ ہے پچاس فیصد کا۔ لیکن اگر میں جملہ بدل دوں کہ میں پورا تمہارے ساتھ ہوں اور تم پورے میرے ساتھ ہو کہیں اور تمہارا دماغ نہیں ہے تو یہ سو فیصد کا ساتھ ہو گیا یا نہیں۔ میں تمہارے ساتھ، تم میرے ساتھ۔ اکہرا رشتہ نہیں ہے کہ قرآن علیؑ کے ساتھ ہے۔ رشتہ یہ بھی ہے کہ علیؑ قرآن کے ساتھ ہے۔ یہ سو فیصد کا ساتھ ہے یا نہیں؟

القران مع علی و علی مع القران۔

hundred percent ساتھ ہے قران کا علیؑ سے اور علیؑ کا قران کے ساتھ۔

تو جہاں سو فیصد ساتھ ہو وہاں جملہ دوہرا ہوگا۔ اب ایک جملہ اور سنتے جاؤ۔ جو دوہرا ہے علی منی و انا منه۔

آخرِ کلام میں ایک جملہ سنتے جاؤ اور اگر وہ بھی ذہن میں محفوظ ہوگیا تو تمہارے بہت کام آئے گا۔ یہ دونوں روایتیں ذہن میں رکھنا۔

القران مع علی وعلی مع القران۔ قران علیؑ کے ساتھ ہے علیؑ قران کے ساتھ ہے۔

علی منی۔ علیؑ مجھ سے ہے وانا منه اور میں اس سے ہوں اور تیسرا جملہ جو دوہرا ہے۔

الحق مع علی وعلی مع الحق۔ حق علیؑ کے ساتھ ہے علیؑ حق کے ساتھ ہے۔

فارمولا دے دیا پیغمبر اکرمؐ نے قیامت تک کے لیے کہ جہاں علیؑ ہوگا وہیں حق ہوگا۔

اگر علیؑ میدان جنگ میں ہو تو حق وہاں ہے۔

اگر علیؑ منبر رسولؐ پر ہو تو حق وہاں ہے۔

اگر علیؑ مسجدِ رسولؐ میں بیٹھا ہے تو حق وہاں ہے۔

اور اگر علیؑ گھر میں بیٹھ جائے تو حق وہاں ہے گھر کے باہر حق نہیں ہے۔

آج کا اہم ترین مسئلہ کہ توحید میں حق کیا ہے؟ اتنے نظریے ہیں توحید میں۔ نبوت میں حق کیا ہے؟ اتنے نظریے ہیں نبوّت میں۔ عدل میں حق کیا ہے؟ ...ہم عادل مانیں یا نہ مانیں۔ قیامت میں حق کیا ہے۔ قیامت کی تفصیلات کیا ہیں بڑا Confusing ہے ملتِ اسلامیہ میں اور اگر علمِ کلام کی کتابیں پڑھو تو تمہیں اس Confusion کا اندازہ ہوجائے گا کہ ہر مسئلہ میں اختلافی رائے موجود ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس سے زیادہ آسان فارمولا تو ہو ہی نہیں سکتا۔ حق ڈھونڈنے چلے ہونا! توحید میں، نبوّت میں، رسولؐ میں تو جہاں علیؑ ہو وہیں حق ہے۔ ان سارے

مسائل میں علیؑ کی رائے لے لو بس وہی حق ہوگی۔ اور یہ تنہا علیؑ کا کام نہیں ہے، کربلا کے میدان میں جب علی اکبرؑ نے اجازت مانگی ہے تو ایک عجیب جملہ کہا ہے:

بابا! کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟

یہ جملہ ۸ ذوالحجہ کے بعد اور ۹ محرم سے پہلے علی اکبرؑ نے ایک دن کہا تھا پھر عاشور کے دن کہا۔ اور یہی وہ جملہ ہے جو حسینؑ کے بھتیجے قاسمؑ نے عاشور کی شب کہا تھا۔

میں اس مقام پر کربلا کے واقعہ سے آ کر متصل ہوگیا کل شب میں نے امام بارگاہِ سبطین میں زیارتِ ناحیہ کا ایک جملہ اپنے سننے والوں کی خدمت میں ہدیہ کیا۔ السلام علی تارکین عن الاوطان سلام ہو ان پر جو جبراً اپنے وطن سے باہر نکالے گئے۔ کوئی اپنی خوشی سے اپنے وطن کو چھوڑنا نہیں چاہتا۔ یہ آل محمدؐ وہ ہیں جو جبراً نکالے گئے۔ اور اس کی دلیل کیا ہے؟

اس کی دلیل یہ ہے کہ ۲۸ رجب کو دن نکل آنے کے بعد قافلہ روانہ ہوا ہے۔ ۲۸ کی جو شب گزری ہے تو اہل محلّہ بتلاتے ہیں کہ بنی ہاشم کا کوئی گھر ایسا نہیں تھا جس میں بیبیوں کے رونے کی آواز بلند نہ ہو۔

۲۸ رجب کو چلے تین شعبان کو مکّہ پہنچے کئی مہینے قیام کیا۔ ۸ ذوالحجہ کو حج کو عمرے سے بدل کے حسینؑ نے مکّہ سے سفر اختیار کیا۔ قافلہ تیار ہوگیا۔ بیبیاں محملوں میں بیٹھ گئیں۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ حسینؑ کے پاس آئے۔

کہا: فرزندِ رسول آپ نے طے کرلیا ہے کہ آپ مکّے سے سفر اختیار کریں تو آپ کی مرضی لیکن ایک مشورہ میرا قبول کرلیں۔

کہا: ابن عباس! تمہارا مشورہ کیا ہے۔

کہا: فرزندِ رسول آپ جائیں۔ مگر ان بیبیوں کو یہیں چھوڑ جائیں۔

اس کے جواب میں دو صدائیں بلند ہوئیں فضائے مکّہ میں۔

حسینؑ نے کہا: ابن عباس! شاء اللہ ان یراھن سبایا۔ اللہ کی خواہش ہے کہ ان

بیبیوں کو اپنی راہ میں اسیر دیکھے۔
اتنے میں ایک محمل کے پیچھے سے آواز آئی: ابن عباس بہن کو بھائی سے چھڑانا چاہ رہے ہو؟

قافلہ چلا۔ چلتے چلتے دوسری محرم کا بعد عصر کا وقت تھا جب حسینؑ ابن علیؑ کے گھوڑے نے چلنے سے انکار کیا۔ سات گھوڑے بدلے ہیں حسینؑ نے دو محرم کو اور کوئی گھوڑا تیار نہیں ہوا آگے بڑھنے کے لیے۔

کہا: ابوالفضل العباسؑ! یہ گاؤں جو نظر آرہا ہے اس کے لوگوں کو بلاؤ۔

گاؤں والے آئے۔ کہا: بتاؤ کہ اس زمین کا نام کیا ہے۔

کہا کہ یقال لھا نینوا۔ اس کو نینوا کہتے ہیں۔

کسی اور نے کہا: یقال لھا غاضریہ۔

کسی اور سے پوچھا اس نے کہا: یقال لھا ماریہ۔ اس زمین کا نام ماریہ ہے۔ نینوا، غاضریہ، ماریہ۔ حسینؑ ایک ایک سے نام پوچھتے جاتے ہیں۔ جیسے ہی حسینؑ نے چوتھی یا پانچویں مرتبہ پوچھا کہ بتلاؤ اس بستی کا نام کیا ہے تو ایک شخص بولا:

یقال لھا کربلا۔ یہ کربلا ہے۔

جیسے ہی حسینؑ نے سنا ٹھنڈی سانس لی اور کہنے لگے: واللہ ھذہِ کرب و بلاء۔ یہ کرب و ابتلاء کی منزل ہے اب قیامت تک ہم یہیں رہیں گے۔ اس زمین پر ہمارے بچے ذبح کر دیئے جائیں گے، یہاں پر ہمارا خون بہا دیا جائے گا اور یہ بیبیاں جو محملوں میں بیٹھی ہیں۔ اسی زمین پر اسیر کی جائیں گی۔

کہا: عباسؑ: خیمے لگاؤ۔

خیمے لگے۔ سب سے پہلے شہزادی زینبؑ سکینہ کو گود میں لیے ہوئے اتریں، خیمے میں جا کے بیٹھیں۔ ابھی پوری طرح بیٹھی بھی نہیں تھیں۔ پکار کے کہا: فضہ ذرا میرے بھائی کو تو بلانا۔

حسینؑ آئے کہا: بہن کیا بات ہے۔

کہا: بھیا! یہ کیسی زمین ہے۔ ابھی میں بیٹھی تو گرد اڑی، میری سکینہؑ کے سر پر آئی۔ بھیا! اس مٹی سے تیرے خون کی بو آ رہی ہے۔ کہیں اور نکل چل۔

کہا: بہن اب حشر تک اسی زمین پر رہنا ہے اور اسی زمین پر بسنا ہے۔ یہ کہہ کر باہر آئے۔ کہا: عباسؑ گاؤں والوں کو بلاؤ۔

گاؤں والے آئے۔ ساٹھ ہزار درہم میں بنی اسد سے دو مربع میل کا علاقہ خریدا اور پھر انہیں ہبہ کر دیا۔ اور کہنے لگے۔

بنی اسد کے لوگو! یہ زمین تمہیں واپس دے رہا ہوں لیکن تین شرطیں ہیں۔

پہلی شرط تو یہ ہے کہ جب یزید کی فوجیں ہماری لاشوں کو بے گور و کفن چھوڑ جائیں تو ہمیں دفن کر دینا۔

دوسری شرط یہ کہ اگر کوئی ہمارا چاہنے والا آ جائے تو اسے ہماری قبر کی نشانی بتانا۔

اور تیسری شرط یہ ہے کہ جو بھی مہمان آئے اسے تین دن مہمان رکھنا۔

بنی اسد کے لوگو! جاؤ لیکن میرے دفن کی خواہش کو یاد رکھنا۔ جب بنی اسد کے لوگ جا رہے تھے تو کہا: ذرا اپنی عورتوں کو بھیج دو۔

بنی اسد کی عورتیں آئیں تو حسینؑ کہنے لگے:

میں خدیجہؑ کا نواسہ ہوں۔ میں فاطمہؑ زہرا کا بیٹا ہوں۔ میں زینبؑ کا بھائی ہوں۔ اگر تمہارے مرد ہمیں دفن نہ کریں تو تم پانی بھرنے کے بہانے آنا، ہمیں دفن کر دینا۔

جب عورتیں روتی ہوئی جانے لگیں تو کہا: چھوٹے چھوٹے بچوں کو بھیج دو۔

جب بچے آئے تو کہا: بیٹو! میں سکینہؑ کا باپ ہوں، میں اصغرؑ کا باپ ہوں، میں اکبرؑ کا باپ ہوں، دیکھو اگر ہمیں تمہارے ماں باپ دفن نہ کریں تو کھیلتے ہوئے آنا اور ایک ایک مٹھی خاک ہمارے جسموں پر ڈال دینا۔

مجلس سوم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قُلِ ادۡعُوا اللّٰہَ اَوِ ادۡعُوا الرَّحۡمٰنَ ؕ اَیًّامَّا تَدۡعُوۡا فَلَہُ الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰی ۚ وَ لَا تَجۡہَرۡ بِصَلَاتِکَ وَ لَا تُخَافِتۡ بِہَا وَ ابۡتَغِ بَیۡنَ ذٰلِکَ سَبِیۡلًا ﴿۱۱۰﴾ وَ قُلِ الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ لَمۡ یَتَّخِذۡ وَلَدًا وَّ لَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ شَرِیۡکٌ فِی الۡمُلۡکِ وَ لَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَ کَبِّرۡہُ تَکۡبِیۡرًا ﴿۱۱۱﴾

(سورۂ بنی اسرائیل آیت ۱۱۰۔۱۱۱)

عزیزان محترم! میزانِ ہدایت اور قرآن کے عنوان سے ہمارا سلسلہ گفتگو اپنے تیسرے مرحلے میں داخل ہوا۔ پچھلے دو گھنٹوں کی گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ ہدایت کی پہلی میزان، پہلی ترازو قرآن ہے۔ عالم اسلام کے ایک انتہائی بڑے مفکر محی الدین عربی نے اپنی تفسیر کے مقدمے میں امامِ جعفر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک قول نقل کیا ہے۔ محی الدین عربی کا تعلق میرے مذہب سے نہیں ہے۔ انہوں نے میرے چھٹے امام کا ایک قول نقل کیا ان اللّٰہ تجلیٰ لعبادہ بالقران۔ اللہ نے اپنے بندوں کو قرآن میں اپنا جلوہ دکھلایا ہے۔ (قرآن کی اہمیت کو سمجھو)

بھئی! اللہ دیکھی جانے والی شئے نہیں ہے لیکن اگر دیکھنا چاہتے ہو تو قرآن میں دیکھو۔ کہ اللہ کیا ہے۔ ان اللّٰہ تجلی لعبادہ بالقران۔ اللہ نے بندوں کو قرآن مجید میں

اپنا جلوہ دکھایا ہے۔ قرآن کا ایک ایک لفظ جلوہ گاہِ الٰہی ہے۔

ایک اور روایت تمہیں ہدیہ کرتا جاؤں۔ معصوم نے ارشاد فرمایا۔

من جعل القران امامه قاده الی الجنة

جو شخص بھی قرآن کو اپنے آگے رکھے گا وہ اسے جنّت تک لے جائے گا۔

ومن جعل القران خلفه ساقه الی النار ۔ اور جو قرآن کو پیچھے رکھے گا تو قرآن اسے جہنم میں دھکّا دے گا۔

آگے رکھو گے تو جنّت میں لے جائے گا۔ پیچھے رکھو گے تو جہنم میں دھکّا دے گا۔

اب مجھے بتاؤ کہ یہ آگے رکھنا اور پیچھے رکھنا کیا ہے؟ آگے رکھنا تو سب جانتے ہیں کہ اسے اپنا ہادی بناؤ، اپنا رہنما بناؤ، اس کے احکام پر عمل کرو، اس کے نواہی سے بچ جاؤ، یہ ہے آگے رکھنا اور پیچھے رکھنا کیا ہے؟

پیچھے رکھنا یہ ہے کہ پہلے ہم پھر قرآن۔ پہلے ہمارے گھر والے پھر قرآن، پہلے ہماری مصلحتیں پھر قرآن۔ پہلے ہمارا اقتدار پھر قرآن۔

تو اب ہر صاحبِ اقتدار سُن لے کہ اگر قرآن کو پیچھے رکھا تو قرآن جنت کی ضمانت نہیں دے گا۔ قرآن کا مطالبہ تو یہ ہے کہ اسے آگے رکھ کے چلو۔ مگر اب پروردگار نے اسی قرآن میں شکایت کی۔ سورۂ روم تیسواں سورہ قرآن مجید کا اور اس کی ساتویں اور آٹھویں آیت۔ دیکھو کیا شکایت کی ہے قرآن نے۔

يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔ دنیا والے دنیا کا علم رکھتے ہیں لیکن صرف اس کے ظاہر کا علم رکھتے ہیں۔ ان کے پاس جو بھی علم ہے وہ اس دنیاوی زندگی کے ظاہر کا علم ہے۔

وَ هُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ اور یہ وہی لوگ ہیں جو آخرت سے غافل ہیں، آخرت کو انہوں نے پس پشت ڈال دیا اور۔

اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ یہ لوگ اپنے نفسوں میں غور کیوں نہیں کرتے

مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ اَجَلٍ مُّسَمًّى۔

(حبیب بتلا دو) کہ اللہ نے آسمان و زمین اور ان کے درمیان جو کچھ بھی خلق کیا

ہے وہ ایک قانون کے تحت واجل مسمی اور ہر شے کا ہم نے ایک وقت معین کیا ہے۔

وَ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ۔ لیکن ہم کیا کریں (دیکھو قران کا شکوہ) کہ اکثریت اللہ سے ملاقات کو پسند نہیں کرتی۔

يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔ یہ حیات دنیا کی ظاہری حیثیت کے عالم ہیں۔ اور یہ باطنِ دنیا سے غافل ہیں۔ یہ کیوں نہیں سوچتے کہ ہم نے ہر شے کا ایک وقت معین کیا ہے۔ سورج کا ایک وقت ہے، ایک عمر ہے سورج کی۔ میں قران مجید کی ایک بڑی دقیق آیت کھولنا چاہ رہا ہوں۔

يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَ هُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ۝ اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۗ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ اَجَلٍ مُّسَمًّى ہم نے پوری کائنات کو ایک عمر کے ساتھ پیدا کیا ہے، ہر شے کی ایک عمر مقرر کی ہے۔ دیکھو قران نے اس سے آگے نہیں کہا لیکن میں تم سے کہنا چاہ رہا ہوں دیکھو! قران نے یہ کہہ دیا کہ ہر شے کی ایک عمر ہے۔ تمہاری ایک عمر ہے، اس زمین کی ایک عمر ہے، آسمان کی ایک عمر ہے، سورج کی ایک عمر ہے، نکلنے والے چاند کی ایک عمر ہے تو جب عمر ختم ہو جائے گی تو یہ بھی ختم ہو جائیں گے۔

تو ذرا اس پر بھی تو غور کرو کہ اس کے بعد ہے کیا؟

دیکھو کتنی باریکی کے ساتھ اللہ نے انسانیت کو آخرت کی طرف متوجہ کیا ہے۔ کہ ہر شے کی ایک عمر ہے۔

اَجَلٍ مُّسَمًّى ہم نے ہر ایک کی عمر معین کی۔ تو جب عمر معین کی تو اُسے ایک نہ ایک دن ختم ہو جانا ہے اور جب پوری کائنات کی عمر ہے تو اب یہ سوچو کہ پوری کائنات کے بعد ہے کیا؟ اسی کا نام آخرت ہے۔

وَ هُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ۔ یہ سننے کے باوجود، یہ جاننے کے باوجود پوری انسانیت آخرت سے غافل ہے تو آخرت سمجھ میں کیسے آئے گی؟ بتلاؤ!

اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ اپنے نفسوں میں غور کرو۔

نقی رضوی صاحب تشریف فرما نہیں ہیں ورنہ وہ گواہی دیتے کہ شاید یہ تیسواں برس ہے اِس منبر پر اور جب میں پہلی مرتبہ حاضر ہوا تھا تو منبر کے آگے بزرگوں کا مجمع تھا اور آج تیس برس بعد بحمد للہ نوجوان بیٹھے ہوئے ہیں سارے۔

یہ جملہ میں نے کیوں کہا؟ ..... بھئی یہ نوجوان یہی تو ہماری اگلی نسل ہیں۔ ہمارے بعد کی نسل یہی ہیں تو ان تک پیغام کو پہنچانا ہے۔

اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ کچھ اور نہ کرو اپنے نفسوں میں غور کرو۔ بھئی! تم ہو تو تمہارے اندر تمہارا نفس ہے یا نہیں؟ تم نے کہا کہ نفس ہے۔ تو کبھی دکھائی دیا؟ تو ہے بھی اور نظر بھی نہیں آتا۔ تو یہی تو ایمان بالغیب کا پہلا درجہ ہے۔ نظر تو نہ آیا مگر ہے۔ اچھا! بھئی نفس ہے تو تمہارے جسم میں کس جگہ ہے؟ سر میں ہے، کان میں ہے، شانوں میں ہے، سینے میں ہے؟ ... کہاں ہے؟ ... کہا: نفس ہے نظر نہیں آتا۔ مگر جسم میں ہر جگہ ہے۔ ایک مرکز کوئی نہیں ہے۔

دیکھو میں ذرا اور واضح کر دوں دیکھو اگر بے ہوشی میں ٹانگ کاٹ دی جائے تو انسان کو تکلیف نہیں ہوتی۔ لیکن اگر ہوش کے عالم میں کوئی ڈھیلہ مار دیا جائے تو اس ڈھیلے کی تکلیف تو ہوگی۔

یہ ہوا کیا؟ ..... اُس وقت نفس غافل ہے۔ جب تکلیف کا احساس نہ ہو نفس غافل ہے۔ اور جب تکلیف کا احساس ہو نفس بیدار ہے، جسم کے اندر موجود ہے۔

اب فرض کرو سر پر کسی نے پتھر مارا تو اگر نفس کا کوئی مرکز ہو کہ سر کے ذریعے نفس کو فوراً اطلاع مل جائے کہ مجھے چوٹ لگی اور پاؤں چونکہ سر سے بہت دور ہے اور وہاں چوٹ لگے تو نفس کو دیر سے اطلاع ملے۔ کیا ایسا ہوتا ہے؟

تو جسم کے ہر مقام پر جہاں بھی چوٹ لگے گی فوراً نفس کو خبر ہوگی۔ تو ہے بھی، نظر بھی نہیں آتا اور ہر جگہ موجود ہے۔ اب بھی اگر خدا سمجھ میں نہ آئے تو میں کیا کروں؟

اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ۔ فکر کرو، غور کرو اپنے نفسوں میں۔ دیکھو اپنے نفس کو۔ نہیں نفس دیکھی جانے والی شے نہیں ہے۔ "دیکھو" نہیں کہا۔ فکر کرو۔ اگر نفس میں فکر کر لی تو تم خود خدا سے آخرت تک پہنچ جاؤ گے۔ اب میں کیسے اپنے سننے والوں کی خدمت میں

عرض کروں۔ سورۂ زمر میں آواز دی۔

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ۔ (آیت ۴۲)

موت میں اللہ نفس کو کھینچ لیتا ہے۔ نیند میں اللہ نفس کو کھینچ لیتا ہے۔ تمہارا جسم نیند میں سو رہا ہے۔ بھئی! کیسے سو رہا ہے؟ اس لیے کہ تمہارا نفس اللہ نے نکال لیا ہے۔ اب نفس تمہارے جسم کے اندر موجود نہیں ہے۔ ہر سونے والا جب سو جاتا ہے تو اللہ اس کے نفس کو نکال لیتا ہے۔

میں چاہ رہا ہوں کہ اپنی ہی پانچ سال پہلے کی مجلس کے ایک جملہ سے استفادہ کر کے تمہیں ہدیہ کروں

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا۔ جب موت آتی ہے اللہ نفس کو نکال لیتا ہے۔

وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا۔ اور جب نیند آتی ہے تو نیند میں بھی نکال لیتا ہے۔ تو جب میں سوؤں تو میرا نفس میرے اندر نہیں ہے۔ تم سوؤ تمہارا نفس تمہارے اندر نہیں ہے۔ آیت ہے نا قرآن کی! تو اس سے انکار تو نہیں کر سکتے۔

تو وہ تم ہو کہ جب سوتے ہو تو تمہارا نفس تمہارے اندر سے نکل جاتا ہے اور وہ ایک ہے جو سوتے ہوئے نفس کو بیچ رہا ہے۔

دیکھو کیا دلیل ہے۔ سوتے ہوئے نفس کو نکال دیا۔ خواب تو دیکھتے ہو نا! اب تم جا رہے ہو، تمہارا جسم سو رہا ہے۔ تم خواب میں دیکھ رہے ہو۔ آنکھیں نہیں ہیں مگر دیکھ رہے ہو۔ خواب میں سن رہے ہو۔ کان نہیں ہیں مگر سن رہے ہو۔ خواب میں چل رہے ہو ٹانگیں بستر پر ہیں مگر چل رہے ہو۔ ہونٹوں سے بول رہے ہو۔ ہونٹ بستر پر ہیں مگر بول رہے ہو۔ تو دیکھنے کے لیے آنکھوں کی ضرورت نہیں ہے۔ سننے کے لیے کان کی ضرورت نہیں ہے۔ بولنے کے لیے ہونٹوں کی ضرورت نہیں ہے۔ چلنے کے لیے پاؤں کی ضرورت نہیں ہے۔ بھئی! یہی تو بتانا تھا کہ جب تمہارا نفس آنکھ نہ رکھ کے دیکھ سکتا ہے تو کیا کائنات کا خالق آنکھ نہ رکھ کے نہیں دیکھ سکتا!

ہدایت کی پہلی میزان قرآن ہے۔ نفس کی طرف متوجہ کیا۔

اَوَلَمۡ یَتَفَکَّرُوۡا فِیۡۤ اَنۡفُسِہِمۡ یہ اپنے نفسوں میں غور کیوں نہیں کرتے۔

میرا جی چاہ رہا ہے کہ بات کو ذرا سطح عمومی سے بلند کروں اور اگر یہ بات میں پہنچا سکا تو میری محنت سوارت ہو جائے گی۔ نوجوانوں سے خصوصی توجہ کا طلب گار ہوں۔ دیکھو یورپ کا ایک مشہور فلسفی گزرا اس کا نام ہے ڈیکارٹ یہ مرا ۱۶۵۰ عیسوی میں۔ بہت مشہور فلسفی ہے۔ اس نے ایک فلسفہ دیا۔ تین چار جملوں میں اس کا خلاصہ سن لو۔ ۱۶۵۰ عیسوی کا عہد وہ ہے جب فلسفہ میں شک آیا کہ میں ہوں یا نہیں ہوں۔ میری آنکھیں دیکھ رہی ہیں۔ خدا معلوم دیکھ رہی ہیں یا نہیں دیکھ رہیں۔ ہوسکتا ہے کہ دھوکا ہو۔ میرے کان آواز کو سن رہے ہیں ہوسکتا ہے کہ یہ بھی دھوکا ہو۔ تو ہر چیز پر شک تھا۔

ڈیکارٹ نے اس زمانے میں جب ہر چیز پر شک کیا جا رہا تھا اپنا فلسفہ دیا۔ کہنے لگا: ہوسکتا ہے کہ سورج نہ ہو ہماری آنکھیں دھوکا کھا رہی ہوں۔ ہوسکتا ہے کہ چاند نہ ہو، ہماری آنکھیں دھوکا کھا رہی ہوں۔ ہوسکتا ہے کہ تمہاری آواز نہ ہو۔ ہمارے کان دھوکا کھا رہے ہوں۔ ہوسکتا ہے کہ دنیا میں کوئی شے نہ ہو یہ ہوسکتا ہے لیکن میں ہوں یہ ثابت ہے۔ اس لیے کہ میں سوچ رہا ہوں۔

ڈیکارٹ کا یہ فلسفہ سن لو پھر تمہیں قدر ہوگی اسلام کی اور پھر تمہیں قدر ہوگی میزانِ ہدایت کی۔ آج بھی فلسفۂ ڈیکارٹ تاریخ فلسفہ میں بہت اہم سمجھا جاتا ہے۔

کہنے لگا: کچھ ہو یا نہ ہو ہر چیز میں شک ہوسکتا ہے لیکن میں ہوں اس میں مجھے شک نہیں ہے۔ اس لیے کہ میں سوچ رہا ہوں جو سوچے وہ ضرور ہوگا۔ لیکن میں ایک چیز دیکھ رہا ہوں کہ جب میں ارادہ کرتا ہوں تو وہ کام ہوتا ہے۔ میں ارادہ کرتا ہوں کہ بولوں تو میں بولتا ہوں۔ جب ارادہ کرتا ہوں کہ پانی پیوں تو میں پانی پیتا ہوں۔ جب میں ارادہ کرتا ہوں کہ سوؤں تو میں سو جاتا ہوں۔ جب میں ارادہ کرتا ہوں کہ جاگ جاؤں تو جاگ جاتا ہوں تو سارا کام میں ارادہ سے کرتا ہوں۔

پہلا زینہ: میں ہوں۔

دوسرا زینہ: میں سب کام ارادہ سے کرتا ہوں۔

اب تیسرا زینہ: کہ میں جو دنیا میں آیا تو کیا اپنے ارادے سے آیا؟ اگر میں اپنے ارادے سے آتا تو ارادہ میرا پہلے ہوتا اور میں بھی پہلے ہوتا تو ہے کوئی ارادہ کرنے والا جو مجھے لایا ہے اور اسی کا نام اللہ ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ دنیا میں فلسفہ کی تاریخ میں ڈیکارٹ کے نظریہ کو اہمیت حاصل ہے۔ نوجوان دوستوں سے گزارش کر رہا ہوں کہ پھر اسے سن کر اپنے ذہن میں رکھ لیں۔ پہلا زینہ! دنیا میں ہر شے پر شک ہوسکتا ہے لیکن میں ہوں اس میں شک نہیں ہوسکتا ہے۔ دوسرا زینہ! میرے ہونے کے دلیل یہ ہے کہ میں سوچتا بھی ہوں اور ارادہ بھی کرتا ہوں۔ تیسرا زینہ! میں جو ہوں تو اپنے ارادے سے نہیں ہوں۔

اپنے وجود سے دلیل قائم کر رہا ہے اللہ پر۔ میں جو ہوں تو اپنے ارادے سے نہیں ہوں۔ کسی اور کا ارادہ مجھے دنیا میں لایا۔ وہ جو ارادہ کر رہا تھا وہی میرا اللہ ہے۔ تو اپنے سے اللہ تک گیا۔ ڈیکارٹ نے اس تھیوری کو دینے کے لیے کئی ہزار سطریں لکھیں کہ میں ہوں، میرا کوئی خالق ہے۔ میرے نبی نے چار لفظوں میں یہ بات کہی ایک ہزار سال پہلے کہی۔ من عرف نفسه فقد عرف ربه جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔ کیسا کمال کا نفس بنایا۔ آواز دی:

وَ نَفۡسٍ وَّ مَا سَوّٰىهَا ۪ۙ﴿۷﴾ فَاَلۡهَمَهَا فُجُوۡرَهَا وَ تَقۡوٰىهَا (سورۂ الشمس آیت ۷۔۸) ناز کیا ہے پروردگار نے تمہارے نفس بنا کر۔

وَ نَفۡسٍ وَّ مَا سَوّٰىهَا۔ قسم ہے نفس کی ہم نے اسے کتنا اچھا بنایا۔

میرے اندر میرا نفس موجود ہے۔ تمہارے اندر تمہارا نفس موجود ہے۔ جتنے لوگ بیٹھے ہیں ان کے اندر ان کا نفس موجود ہے۔ تو ہر ایک کے پاس ایک نفس ہے اگر انکار کر سکتے ہو تو انکار کر دو۔ کوئی انسان ایسا نہیں ہے جس کے پاس دو نفس ہوں۔ ہر ایک کے پاس ایک ہی نفس ہے لیکن میں کیا کروں کہ میرا رسول، اس کے پاس دو نفس ہیں ایک جسم کے اندر ہے ایک جسم کے باہر ہے۔

بات ذرا سی سطح عمومی سے بلند ہو گئی تھی اور میں اب لے آیا گفتگو کو اس مرحلے پر

جہاں بات تم سے قریب ہوجائے گی۔

سب کے پاس دو نفس، میرے نبی کے پاس دو نفس۔ ایک جسم کے باہر ایک جسم کے اندر ہے۔ پوچھ سکتے ہو کہ اندر والا تو ہمیں معلوم ہے یہ باہر کون ہے۔ تو جب عیسائیوں کو چیلنج دیا

فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ۔ (سورۂ آل عمران آیت ۶۱)

یہ Message پہنچ گیا۔ پیغمبرؐ نے نجران کے بزرگوں کو ایک خط لکھا تھا۔ اس خط کے جواب میں وہ عیسائیوں کا وفد آیا تھا۔ اور پوچھا تھا کہ تم کیا کہتے ہو تو انہوں نے کہا تھا کہ ہم عیسیٰؑ کو اللہ کا بیٹا مانتے ہیں۔ قرآن جواب میں بولا:

اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ۖ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (سورۂ آلِ عمران آیت ۵۹) کہہ دو اے حبیب کہ ہماری نگاہ میں عیسیٰؑ کی مثال آدمؑ کی مثال ہے۔ آدم کو تو ہم نے بغیر ماں باپ کے پیدا کیا۔ یہ اگر بغیر باپ کے پیدا ہو گیا تو اس میں تعجب کیا ہے، ہم ہی تو پیدا کرنے والے ہیں۔

بہت نازک مرحلہ فکر ہے جہاں میں الفاظ تلاش کر رہا ہوں بات کو بیان کرنے کے لیے۔

قرآن کی آیت تو آ گئی لیکن عیسائیوں نے تسلیم نہیں کیا۔ جب تسلیم نہیں کیا تو حکم آیا کہ حبیب یہ آیت نہیں مان رہے ہیں تو ایسا کر:

فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ۔

حبیب کہہ دے کہ تم اپنے بیٹوں کو لاؤ ہم اپنے بیٹوں کو لائیں گے۔ تم اپنی عورتوں کو لاؤ ہم اپنی عورتوں کو لائیں گے۔ تم اپنے نفسوں کو لاؤ ہم اپنے نفسوں کو لائیں گے۔

بھئی عجیب مرحلۂ فکر ہے۔ ابناء میں حسنینؑ گئے۔ نسآء میں سیدہ گئیں۔ نفس میں علیؑ گیا۔ اب رشتہ داریوں کو تاریخ کی کتابوں میں تلاش نہ کرنا کہ محمدؐ کے رشتہ دار تھے کون؟ یہ جملہ میں نے کیوں کہا؟

اس لیے کہا کہ وہ بھی ایک رشتہ داری لائے تھے۔ اللہ کا بیٹا اور پیغمبرؐ نے یہی بتلایا تھا:

لَمْ یَلِدْ وَ لَمْ یُوْلَدْ۔ میرے رشتہ دار دیکھو، خدا کے رشتہ دار تو ہوتے نہیں۔ لیکن جانتے ہو مفکرین نے کیا کہا؟ کہنے لگے: ''انبآء نا'' سے مراد مسلمان بچے۔

تفسیر میں لکھا ہے۔ میرا محترم مجمع نوٹ کرے اس بات کو کہ آیت تھی۔ علیؑ، سیّدہؑ، حسنؑ و حسینؑ ان چار کے لیے۔ انہوں نے کہا آیت کو اپنے مرکز سے کیسے ہٹایا جائے تو کہنے لگے: ابناء نا سے مراد ''مسلمان بچے لے کے آؤں گا۔''

''نسآء نا'' سے مراد: ''میں مسلمان عورتیں لے کے آؤں گا۔''

انفسنا سے مراد: کوئی ایک نہیں میں مسلمانوں کو لے کے آؤں گا۔ مسلمان مرد، مسلمان عورتیں، مسلمان بچے۔

آیت کو اپنے مرکز سے ہٹایا گیا۔ مباہلہ ہوا ہے سن ۹ ہجری میں، ۲۴ ذوالحجہ کو اور دس ہجری کے آخر میں پیغمبرؐ کا انتقال ہوگیا۔ یہ یاد رکھو گے جو میں کہنے جا رہا ہوں؟

سن ۹ ہجری میں مباہلہ ہوا، ذوالحجہ کی ۲۴ تاریخ تھی، پیغمبرؐ دسویں سال کے آخر میں اس دنیا سے چلے گئے۔ تو وفاتِ رسولؐ میں کُل ایک سال باقی ہے نا!

اگر رسولؐ نے کہا تھا کہ میں مسلمان مردوں کو لاؤں گا۔ مسلمان عورتوں کو لاؤں گا، مسلمان بچوں کو لاؤں گا تو کیا بھرے ہوئے مدینے میں کل چار ہی مسلمان تھے؟!

ایک دن پیغمبرؐ اکرم اپنی مسجد میں تشریف فرما ہیں۔ اور شمعِ رسالت کے پروانے آپ کو گھیرے ہوئے ہیں۔ عجیب واقعہ ہے اور جا کے دیکھو تاریخوں میں یہ واقعہ ہے یا نہیں۔ ذمہ داری سے بیان کر رہا ہوں۔ اس بھرے مجمع سے ایک شخص اُٹھ کر کھڑا ہوا اور کہنے لگا: یا رسول اللہؐ آپ کو اپنے ساتھیوں میں کون زیادہ پسند ہیں، آپ اپنے ساتھیوں میں کس سے زیادہ محبت کرتے ہیں؟

پیغمبر نے جواب دیا: ''قال فلاںٌ'' کہ فلاں شخص مجھے زیادہ پسند ہے۔

کچھ دیر بعد وہ پھر کھڑا ہوا کہنے لگا: یا رسول اللہ آپ اپنے ساتھیوں میں کسے زیادہ پسند کرتے ہیں؟ ''قال فلاں۔'' ایک اور نام لیا۔ کہ یہ مجھے زیادہ پسند ہے اس سے میں زیادہ محبت کرتا ہوں۔

تیسری مرتبہ پھر کھڑا ہو گیا کہ یا رسول اللہ آپ کے ساتھیوں میں آپ کو زیادہ پسند کون ہے؟ پیغمبرؐ نے کوئی اور نام لیا۔ اب جملہ سنو گے پوچھنے والے کا؟

کہنے لگا: فاین علی۔ آپ علیؑ کا نام کیوں نہیں لیتے۔ سمجھ رہے ہونا! خواہش یہی تھی۔ رسولؐ نے اسے جواب نہیں دیا اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہوئے اور کہا:

ان ھذا یسئل عن النفس۔ ذرا اسے دیکھنا یہ نفس کو ساتھی سمجھتا ہے۔

عجیب جملہ ہے نا! تو آج طے ہو گیا کہ ساتھی اور ہے نفس اور ہے۔

رسول سمجھ میں آ گیا، نفس رسولؐ سمجھ میں آ گیا۔ تو اب سورۂ نسآء میں جا کر دیکھنا۔

فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ (آیت ۸۴)

جہاد کر اللہ کی راہ میں۔ یا تو جہاد کرے یا تیرا نفس جہاد کرے۔ بھئی عجیب بات ہے کہ فقط دو کو حکم جہاد ہے۔ یا رسولؐ کو یا نفسِ رسول کو۔ تو اگر میدان جنگ سے سب چلے جائیں اور یہ دو رہ جائیں تو حکم بھی تو ان ہی دو کے لیے ہے۔

سورۂ نسآء کو ذہن میں رکھنا اور اب سورۂ توبہ نواں سورہ قرآن مجید کا اور اس کی ایک سو بیسویں آیت۔ نفسِ رسول سمجھ چکے ہونا آیت قرآن کی روشنی میں

اب آیت سنو۔ میں نے حوالہ دیا ترجمہ کے ساتھ جا کے دیکھنا

مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ

جائز نہیں ہے مدینہ میں رہنے والوں کے لیے اور مدینہ کے مضافات میں رہنے والوں کے لیے کہ رسولؐ سے منہ کو پھیر کے جائیں۔

وَلَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ اور یہ بھی جائز نہیں ہے کہ نفسِ رسول سے منہ کو پھیریں۔ جیسا رسول ویسا نفسِ رسول۔

میں چاہ رہا تھا کہ آیاتِ قرآنی کی چھاؤں میں یہ استدلال میرے چاہنے والوں کے ذہن میں جانشین ہو جائے۔ اب مجھے ایک جملہ کہنے کی اجازت دو اور اسے بھی اپنے ذہن میں محفوظ رکھنا۔ جیسا رسولؐ ویسا نفسِ رسولؐ۔ اب ایک روایت پڑھنے جا رہا ہوں اور اگر وہ روایت پہنچ گئی تو آج کی گفتگو کا حاصل وہ روایت ٹھہرے گی۔

علامہ طبرانی رحمتہ اللہ علیہ عالمِ اسلام کے ایک بہت بڑے محدث ہیں ان کی حدیث کی تین بہت بڑی کتابیں ہیں۔ درمیان کی کتاب سے یہ روایت میں تمہیں ہدیہ کر رہا ہوں اور وہی روایت ابوعبداللہ حاکم نیشاپوری نے اپنی کتاب مستدرک میں لکھی لیکن ذرا سا تبدیلی الفاظ کے ساتھ۔ اگر یہ روایت پہنچ گئی تو سمجھنا کہ وہ استدلال جو برسوں سے تلاش کرر ہا تھا اپنے سننے والے کو وہ استدلال پہنچ گیا۔ پوری روایت بہت طویل ہے خلاصہ سن لو۔

جب آدم علیہ السلام کو اپنے ترکِ اولیٰ کا احساس ہوا کہ غلطی تو ہوگئی۔ گناہ نہیں۔ چوک، لغزش وہ تو ہوگئی تو جیسے ہی اس کا احساس ہوا انہوں نے بارگاہِ الٰہی میں دُعا مانگی۔ اسئلك بحق محمد الا غفر الیؑ۔ یعنی تجھے محمدؐ کا واسطہ مجھے بخش دے۔

جاؤ جامعِ صغیر میں دیکھنا اور مستدرک میں دیکھنا حاکمِ نیشاپوری کی۔ وحی آئی:

وما محمد ؟ آدم یہ تم کس محمدؐ کا نام لے رہے ہو! یہ محمدؐ کون ہے۔

اب آدمؑ کہنے لگے کہ جب تونے مجھے خلق کیا اور میرے اندر زندگی آ گئی اور میری آنکھوں میں نور آیا تو میں نے عرش کے اوپر لکھا دیکھا

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

تو تونے اپنے نام کے فوراً بعد محمدؐ کا نام لکھا تو میری سمجھ میں آ گیا کہ پوری کائنات میں تیرے بعد سب سے افضل یہی ہے۔

تم سب آدمؑ کے بیٹے ہو، میں بھی آدمؑ کا بیٹا ہوں۔ جتنی انسانیت اس کرہِ ارض پہ ہے وہ آدمؑ کی اولاد ہے۔ آدمؑ کے بیٹے گزرتے رہے، آدمؑ کے بیٹے موجود ہیں۔ ہم سب آدمؑ کی اولاد ہیں۔ تو آدمؑ کا پہلا argument، پہلا استدلال تم نے دیکھا؟ آدمؑ نے دلیل کیا دی؟ کہ تونے اپنے نام کے فوراً بعد محمدؐ کا نام لکھا۔ میں سمجھ گیا کہ ساری کائنات میں تیرے بعد محمدؐ افضل ہے۔ تو آدمؑ کی منطق کیا ہے کہ اگر اللہ کے بعد کسی کا نام آجائے وہ اللہ کے علاوہ سب سے افضل ہے۔

فرائد سمطین ہندوینی۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ بیان کرتے ہیں اور ہندوینی اسے تحریر کرتے ہیں۔ عبداللہ ابن مسعودؓ چھوٹے صحابی نہیں ہیں، جلیل القدر صحابی ہیں وہ بیان

کرتے ہیں کہ جب پیغمبر اکرمؐ معراج سے واپس تشریف لائے اور ہم سب بیٹھے ہوئے تھے اور معراج کا واقعہ سن رہے تھے تو میرے نبیؐ نے کہا کہ میں نے عرش پر لکھا ہوا دیکھا

لا الٰه الا اللّٰه، محمد رسول اللّٰه، علی ولی اللّٰه۔

ابراہیم ہندوینی رحمتہ اللہ علیہ۔ ان بزرگ کا تعلق میرے مکتب سے نہیں ہے۔ طوس کے رہنے والے تھے۔ انہوں نے دو جلدوں میں ایک کتاب لکھی ''فرائد السمطین''۔

اس کتاب میں یہ روایت موجود ہے اور کتنے حوالے دوں۔ بیس کتابوں میں تو میں یہ روایت دیکھ چکا ہوں۔ کہ عرش پہ لکھا ہے لا الٰه الا اللّٰه محمد رسول اللّٰه۔ علی ولی اللّٰه۔ اب آدمؑ کی منطق کو اپنے سامنے رکھو۔ خدا نے اپنے بعد جس کا نام رکھا وہ خدا کے علاوہ سب سے افضل اور خدا نے محمدؐ کے بعد علیؑ کا نام رکھا وہ محمدؐ کے علاوہ کائنات میں سب سے افضل ہے یا نہیں؟

میں نے اس مرحلے پر اپنے مسلک کی کتاب کا حوالہ نہیں دیا۔ عالمِ اسلام کا معتبر محدث ہے اور اس نے یہ روایت لکھی۔ عرش پر تین جملے لکھے ہیں۔ لا الٰه الا اللّٰه۔ محمد رسول اللّٰه۔ علی ولی اللّٰه۔ یہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا۔ جب انہوں نے بیان کیا تو انہوں نے اپنی زبان سے کہا یا نہیں:

لا الٰه الا اللّٰه۔ محمد رسول اللّٰه۔ علی ولی اللّٰه۔

جب حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے یہ تینوں جملے بیان کیے تو اپنی زبانِ مبارک سے کہے یا نہیں کہے اور ان سے بیان کیا رسولؐ نے۔ لا الٰه الا اللّٰه۔ محمد رسول اللّٰه۔ علی ولی اللّٰه۔ تو رسولؐ نے اپنی زبان سے کہا یا نہیں کہا؟

کہا نا! تو علی ولی اللّٰه کہنا سیرتِ صحابہ بھی ہے سنتِ محمدؐ بھی ہے۔

ہمارے طریقہ گفتگو میں یہ شامل نہیں ہے کہ مجلس کے دوران محاورہ ہو یا مکالمہ ہو۔ لیکن ایک نوجوان نے پوچھ لیا ہے تو اسے تو جواب دوں گا۔ وہ کہتا ہے کہ نُصیری علیؑ کو خدا سمجھتے ہیں۔ میاں ہم نہیں جانتے نُصیری کے خدا کو لیکن ہم اس خدا کو مانتے ہیں جو علیؑ کا خدا ہے۔ کسی اور خدا کو نہیں مانتے۔ وہ ہوگا نُصیریوں کا خدا۔ ہمارا خدا علیؑ کا خدا ہے۔ اب

میں کیسے عرض کروں کہ جب لوگوں نے انہیں خدا کہا تو علیؑ نے انہیں جلوا دیا۔ ہے تاریخ میں۔ وہ علیؑ کی خدا کہہ رہے تھے علیؑ کے دوست تھے اور علیؑ کے خدا کے دشمن تھے۔

تم نے یہ بات سمجھی؟ نُصیری کیا علیؑ کے دشمن تھے؟ خدا مان رہے تھے ان سے بڑا دوست کون ہوگا۔ لیکن علیؑ نے انہیں جلوا دیا کہ میرے دوست سہی لیکن میرے خدا کے دشمن ہیں میں انہیں جلوا دوں گا۔ اب عدلِ الٰہی کا تقاضا کیا ہے؟ کہ علی میرے دشمنوں کو تو نے جلایا اب تیرے دشمنوں کو میں جلاؤں گا۔

ہیں علیؑ کے دشمن۔ ایسا نہیں ہے کہ نہیں ہیں۔ کربلا کے میدان میں جب حسینؑ نے پوچھا تھا کہ میرے خلاف کیوں جمع ہوئے ہو تو پسرِ سعد نے گھوڑے کی رکابوں میں زور دے کے بلند ہو کے کہا تھا: بُغضاً لِاَبِیکَ۔ تمہارے باپ کی دشمنی کا بدلہ تم سے لے رہے ہیں۔

یہ جملہ میں اپنے مشن کے طور پر کہتا رہا ہوں کہ کربلا وہ امتحان گاہ ہے جہاں ظالم کا ظلم تھک گیا۔ گر صابر کا صبر نہیں تھکا۔

کربلا! مظلومیت کی وہ داستان ہے کہ جہاں عیسائی آیا اس نے حسینؑ کی خدمت کی۔ نام تم نے سنا ہوگا وہب ابن حبابِ کلبی۔ یہ ایک عیسائی جوان ہے اس کی ماں اور اس کی اٹھارہ روز کی بیاہی ہوئی دلہن اس کے ساتھ ہے۔ اس نے خیمہ لگایا تین یا چار تاریخ کو، روایت میں تاریخ نہیں ہے لیکن اندازہ ہو رہا ہے کہ دوسری کو حسینؑ پہنچے ہیں۔ تیسری یا چوتھی کو وہب نے اپنا خیمہ لگایا، حسینؑ کے خیموں کے قریب۔

اس کی ماں نے کہا: بیٹا دیکھ یہ کون لوگ ہیں، چہروں سے نور ساطع ہے، شریف ہیں، آنکھ اٹھا کے دیکھتے نہیں ہیں۔ یہ لوگ کون ہیں؟

وہب آیا۔ معلومات حاصل کیں۔ پلٹا اور کہا: اماں! مسلمانوں کا ایک رسولؐ تھا نا!

کہا! ہاں..... کہا: اس کا نام محمدؐ تھا۔ اس کی بیٹی کا ایک بیٹا ان خیموں میں رکا ہوا ہے۔

کہا: اچھا یہ فاطمہ زہراؑ کا بیٹا ہے۔ محمدؐ کی بیٹی کا بیٹا ہے۔

کہا: ہاں! امّاں میں پوچھ کے آ رہا ہوں۔

آئی۔ خود اسلام قبول کیا۔

بیٹے سے کہا: اسلام قبول کر۔ نئی دلہن سے کہا: اسلام قبول کر۔ تینوں مسلمان ہو گئے دیکھو یہ ہے کربلا کی طاقت۔ حسینؑ نے جا کر کوئی تقریر نہیں کی تھی۔ صورت دیکھی تینوں مسلمان ہو گئے۔ بیعت کی حسینؑ کے ہاتھ پر۔ روزانہ وہب کلبی اپنی ماں سے یہ کہتا تھا کہ امّاں نکل چلیں؟

کہتی تھی: نہیں بیٹا کل دیکھا جائے گا۔

کل آیا: امّاں آج نکل چلیں۔

کہا: نہیں بیٹا کل دیکھا جائے گا۔

جب عاشور کا دن آیا تو بیٹے نے ماں سے کہا:

امّاں آج تو جنگ کے آثار ہیں۔ اگر آپ اجازت دیں تو نکل چلیں۔

کہا: تو نے کلمہ پڑھا تھا؟

کہا: ہاں امّاں کلمہ پڑھا تھا۔

تو کہا: کیا تیرا یہی دین ہے کہ کلمہ والے کے بیٹے کو چھوڑ کر چلا جائے؟ تجھے دودھ نہیں بخشوں گی جب تک تو حسینؑ پر قربان نہ ہو جائے۔

آیا اور کہا: مولا مجھے اجازت ہے کہ میں جنگ پر چلا جاؤں۔ میں سب سے پہلے جنگ پر جانا چاہتا ہوں میری ماں کی یہی خواہش ہے۔

حسینؑ نے دیکھا جواب نہیں دیا۔ اصحاب گئے، انصار گئے اور اب باری آنے والی ہے بنی ہاشم کی۔ کہ اتنے میں ایک سیاہ پوش بی بی وہب کے خیمے سے نکلی۔ اور چادر کھینچتی ہوئی وہب کے پاس آئی کہا: جاتا کیوں نہیں ہے؟

حسینؑ نے کہا: یہ کون ہے؟

کہا: فرزندِ رسولؐ یہ میری ماں ہے۔

ماں نے کہا: جاتا کیوں نہیں؟

کہا: امّاں اب جاؤں گا۔ یہ کہہ کے اپنے خیمے میں واپس آیا اور اپنی اٹھارہ روز کی بیاہی ہوئی دلہن سے کہا: میں اب جا رہا ہوں اور زندہ آنا اب ممکن نہیں ہے۔

ایک مرتبہ اس کی دلہن نے کہا: کیا اسی دن کے لیے شادی کی تھی؟ مجھے میرے میکے پہنچا دو۔ ماں دور سے سن رہی تھی۔ کہا: بیوی کی باتوں میں نہ آنا۔

جب کچھ دیر ہوگئی تو بیوی نے کہا: میں تجھے اجازت دے دوں گی لیکن پہلے مجھے حسینؑ کے پاس لے چل۔ میاں بیوی دونوں حسینؑ کے پاس آئے۔

حسینؑ نے سر اٹھایا اور کہا: ماخطبکما۔ تم دونوں کا مسئلہ کیا ہے۔

بیوی نے کہا: فرزندِ رسول اس سے وعدہ لے لیں کہ جب قیامت کے دن یہ جنت میں جانے لگے تو مجھے فراموش نہ کرے۔

فرمایا: میں تجھ سے وعدہ کرتا ہوں کہ تو وہب کے ساتھ جنت میں جائے گی۔

اس نے کہا: دوسرا وعدہ آپ کو کرنا ہے کہ اس کے جانے سے پہلے مجھے زینبؑ کے خیمے میں پہنچا دیں۔

فرمایا: وہاں جاکے کیا کرے گی؟

کہا: مولا یہ تو طے ہے کہ آپ کے بعد خیمے لوٹے جائیں گے۔ تو میں یہ نہیں پسند کرتی کہ فوجی میرے خیمے میں آ جائیں۔ لیکن شہزادی تو محفوظ رہے گی نا! شہزادی کے خیمے میں مجھے پہنچا دیں۔

حسینؑ روئے: بی بی پلٹ کے خیمے میں گئی۔ وہب میدان میں آیا۔ تلوار کھینچی اور فوجِ یزید پر حملہ کیا۔ رجز پڑھتا جاتا تھا کہ تم اگر مجھے نہیں پہچانتے تو پہچانو میں وہب ہوں۔

ابھی وہ حملہ کر ہی رہا تھا کہ ہاتھ کٹا۔ کٹے ہوئے ہاتھ کے ساتھ وہ اکیلا میدان میں کھڑا ہوا رجز پڑھ رہا تھا۔ اتنے میں وہب کی بیوی خیمے سے ایک عمود کھینچ کے چلی۔ آئی میدان میں۔

وہب نے کہا: بی بی تو تو مجھے میدان جنگ میں جانے سے روک رہی تھی یہ تو خود کیسے میدان میں آ گئی: کہا وہب میں کیا کروں۔ میں خیمہ کا پردہ اٹھائے ہوئے جنگ دیکھ رہی تھی اتنے میں میں نے دیکھا کہ حسینؑ کی ماں فاطمہ زہراؑ اپنے بالوں سے زمین کو جھاڑو دے رہی ہے اور کہہ رہی ہے:

پروردگارا میرے بچے کی مدد کرنے والے کے ساتھ خیر ہو۔

مجلس چہارم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قُلِ ادۡعُوا اللّٰہَ اَوِ ادۡعُوا الرَّحۡمٰنَ ؕ اَیًّامَّا تَدۡعُوۡا فَلَہُ الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰی ۚ وَ لَا تَجۡہَرۡ بِصَلَاتِکَ وَ لَا تُخَافِتۡ بِہَا وَ ابۡتَغِ بَیۡنَ ذٰلِکَ سَبِیۡلًا ﴿۱۱۰﴾ وَ قُلِ الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ لَمۡ یَتَّخِذۡ وَلَدًا وَّ لَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ شَرِیۡکٌ فِی الۡمُلۡکِ وَ لَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَ کَبِّرۡہُ تَکۡبِیۡرًا ﴿۱۱۱﴾

(سورۂ بنی اسرائیل آیت ۱۱۰۔۱۱۱)

عزیزانِ محترم میزانِ ہدایت اور قرآن کے سلسلہ میں گفتگو چوتھے مرحلے میں داخل ہو رہی ہے۔ قبل اس کے کہ میں اپنے موضوع پر گفتگو شروع کروں اس معزز اور محترم مجمع کے سامنے ایک ذاتی مسئلہ رکھنا چاہتا ہوں جو لوگ عرصہ دراز سے مجھے سن رہے ہیں وہ جانتے ہیں کہ میں نے اس منبر کو ہمیشہ محمدؐ و آلِ محمدؑ کا منبر سمجھا۔ میں نے کبھی کوئی ذاتی بات اس منبر سے آج تک نہیں کی۔ لیکن آج مجھے اجازت دیں کہ میں ایک چھوٹی سی ذاتی بات کہتا ہوا آگے بڑھ جاؤں تاکہ وہ قومی مسئلہ بن جائے۔

میں نے محرم الحرام سے پہلے ذوالحجہ کے آخری ہفتے میں جنگ کے ادارے کو اپنے وکیل کے ذریعے ایک قانونی خط ارسال کیا تھا کہ وہ میری مجلس کی رپورٹ نہ کرے۔ میں

پسند نہیں کرتا کہ میری مجلس رپورٹ کی جائے۔ لیکن میری معلومات کی حد تک آج کے دن تک انہوں نے رپورٹنگ کی تو میں اب اپنے اس محترم مجمع سے اپیل کرنا چاہتا ہوں کہ وہ میری طرف سے مودبانہ گزارش کرے کہ جنگ فی الفور میری رپورٹنگ کو بند کر دے۔ اس لیے کہ میرا ایمان ہے کہ حسینؑ کی عزاداری بکی ہوئی صحافتوں سے زندہ نہیں ہے۔ فاطمہ زہراؑ کی دُعا سے زندہ ہے۔

فقط تائید نہیں انہیں بتلائیں کہ وہ کل سے رپورٹنگ نہ کریں۔ تائید تو زبان سے ہوتی ہے لیکن مؤدبانہ ہو، پرامن ہو اس لئے کہ ہم شرافتِ انسانیت کے امین ہیں۔ بتلاؤ کہ ہمیں ان کی رپورٹنگ درکار نہیں ہے۔ لولی، لنگڑی صحافتوں کے کاندھوں پر تابوت نہیں اُٹھا کرتے۔ تابوت عباسؑ کے جوان اٹھاتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ میں اس سے زیادہ اپنے سننے والوں کو روکنا نہیں چاہ رہا ہوں۔ یہ میرا قانونی حق ہے، یہ تمہارا قانونی حق ہے کہ وہ رپورٹنگ کو بند کر دے اور اگر بند نہ کیا تو کہیں وہ نہ ہو جائے جسے نہیں ہونا چاہیے۔

میں تمہارے وسیلے سے، تمہارے ذریعے سے جنگ کے اربابِ اختیار کو اپیل کرتا ہوں کہ وہ کل سے میری رپورٹنگ نہ کریں۔ اس سے زیادہ کہنا نہیں چاہ رہا ہوں۔ یہ مجلسیں، یہ ہزاروں لاکھوں کے اجتماعات، یہ تابوت، یہ عَلَم، یہ جلوس سیّدہؑ کی دعاؤں کا نتیجہ ہیں۔

میرے پاس اور بھی issues ہیں جنہیں اگلی تقریروں میں پیش کیا جائے گا۔ لیکن آج بات کو اس مرحلے پر روک رہا ہوں کہ دیکھو یہ مجلسیں سیاسی اجتماعات نہیں ہیں۔ ہم ان میں جمع ہو کر اپنے عقائد کو ہدایت کی میزان پر تولنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ مجلسیں میزان ہدایت ہیں۔

کل میں اپنے محترم سننے والوں کی خدمت میں یہ عرض کر رہا تھا کہ ہدایت کی پہلی میزان، قرآن ہے، دوسری میزان محمدؐ رسول اللہ۔

جب بھی ہدایت آئی یا نبی آیا ہدایت لے کر تو عوام میں دو ردِ عمل ہوئے۔ کچھ وہ تھے جنہوں نے ہدایت کو قبول کیا ان کا نام ہے مومن۔ کچھ وہ تھے جنہوں نے ہدایت کو روک دیا ان کا نام ہے کافر۔

میں نے بار بار ایک آیۂ مبارکہ اپنے سننے والوں کی خدمت میں ہدیہ کی ہے لیکن میں کیا کروں یہ میرے موضوع کی مجبوری ہے۔ سورۂ نحل سولھواں سورہ:

وَ لَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَ مِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَیْهِ الضَّلٰلَةُ (آیت ۳۶)

ہم نے رسولوں کے ذریعے ہدایت بھیجی ردِ عمل دو پیدا ہوئے فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ ان میں سے کچھ لوگ ہدایت پر آ گئے۔

وَ مِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَیْهِ الضَّلٰلَةُ۔ کچھ لوگ گمراہی میں پڑے رہے۔

تو جو ہدایت پر آ گئے وہ مومن، جو گمراہی میں پڑے رہے وہ کافر۔

میں کیسے اپنے سننے والوں کی خدمت میں عرض کروں۔ جب تم لُغت میں ایمان کو دیکھو گے کہ ایمان کے معنی کیا ہیں تو ایمان کے معنی عربی لُغت میں یہ لکھے گئے کہ انسان جس چیز کو بھی سچے دل سے قبول کر لے وہ ایمان ہے اور شریعت میں ایمان کے معنی کچھ اور ہیں۔ جو بھی خدا اور رسولؐ بتلا دے اسے مان لینا ایمان ہے۔

ایمان کا تعلق دل سے ہے، اعمال کا تعلق جسم سے ہے۔ اگر عقیدہ اچھا ہوگا تو انسان کا عمل اچھا ہوگا۔ اگر عقیدہ بُرا ہوگا انسان کا عمل بُرا ہوگا۔ یہ تو بہت Common Sense کی باتیں ہیں جو میں اپنے بچوں کو سمجھا رہا ہوں۔ آج کے جدید علمائے نفسیات نے یہ باتیں لکھی ہیں کہ انسان کی سوچ کا اثر اس کے کردار پر پڑتا ہے۔ جیسی سوچ ہوگی ویسا کردار ہوگا۔

اب میں لفظ بدل رہا ہوں۔ جیسا ایمان ہوگا ویسا عمل ہوگا۔ یہی سبب ہے کہ قرآن کا یہ عجیب و غریب طریقہ ہے کہ ساڑھے چھ ہزار آیتوں میں ایک ہزار مرتبہ ایمان پر گفتگو

کی۔ ارے پورا سورہ ہے تیئسواں سورہ۔ سورۂ مومنون۔ ایمان لانے والوں کا سورہ۔
اللہ نے سورۂ مومنون تو اتارا لیکن سورۂ مُسلمون تمہیں کہیں نہیں ملے گا۔

سوچ اچھی کرو پھر تمہارے عمل خود بخود اچھے ہو جائیں گے۔ بار بار جب قرآن نے گفتگو کی ہے ایمان اور عملِ صالح پر تو پہلے ایمان رکھا پھر عملِ صالح رکھا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ وَ الۡعَصۡرِ ۙ﴿۱﴾ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَفِیۡ خُسۡرٍ ۙ﴿۲﴾ اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ایمان پہلے عمل صالح بعد میں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۔ وَ التِّیۡنِ وَ الزَّیۡتُوۡنِ ۙ﴿۱﴾ وَ طُوۡرِ سِیۡنِیۡنَ ۙ﴿۲﴾ وَ ہٰذَا الۡبَلَدِ الۡاَمِیۡنِ ۙ﴿۳﴾ لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِیۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِیۡمٍ ۫﴿۴﴾ ثُمَّ رَدَدۡنٰہُ اَسۡفَلَ سٰفِلِیۡنَ ۙ﴿۵﴾ اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ۔ ایمان پہلے عمل صالح بعد میں۔

میرا جملہ یاد رکھو گے کہ ایمان کے بغیر عمل صالح بے کار ہے لیکن عمل کے بغیر ایمان بے کار نہیں ہے۔ قیامت میں بہر حال کام آئے گا۔

تو اب مجھے جملہ کہنے کی اجازت دو کہ جو ایمان لائے وہ مومن۔ تم نے سنے ہوں گے ایمان کے دس درجے۔ یہ بچوں کو سکھایا جاتا ہے ورنہ جتنے ہدایت کے درجے ہیں اتنے ہی ایمان کے درجے ہیں۔

ذرا سا موضوعِ گفتگو ثقیل ہو گیا ہے لیکن یہ تو موضوع کی مجبوری ہے، بھئی اگر مشکل مسائل کو میں تم سے بیان نہ کروں تو کس سے جا کر بیان کروں۔

تو ہدایت کے جتنے درجے، ایمان کے بھی اتنے ہی درجے۔ زیادہ نہیں بتلاؤں گا فقط چار درجے قرآن نے بیان کیے انہیں میں تمہارے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔

ایمان کا پہلا درجہ۔ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اٰمِنُوۡا بِاللّٰہِ وَ رَسُوۡلِہٖ۔ (سورۂ النساء آیت ۱۳۶)

اے ایمان لانے والو! ایمان لاؤ۔ اللہ پر اور رسول پر۔

جب یہ ایمان لا چکے تو اب کیسا ایمان؟ سوال ہے یا نہیں!

کہا: جو لائے ہو وہ قابلِ قبول نہیں ہے۔ جو ہم بتلائیں وہ قابلِ قبول ہے۔ ہمیں

ظالم نہ سمجھنا اور ہمارے رسولؐ کو اپنا جیسا نہ سمجھنا۔

زبان سے ایمان کا اعلان کر دینا کافی نہیں ہے دل سے ایمان لاؤ اللہ پر اور رسول پر یعنی کب تک منافقت کرو گے۔ اگر جنّت میں جانا ہے تو جیسے زبان سے کہہ رہے ہو لا اله الا الله محمد الرسول الله ایسا ہی دل میں اعتقاد رکھو۔ کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔

یہ پہلا درجہ ہے کہ ایمان لاؤ۔

ایمان لانے کے بعد ایمان لاؤ۔ اور اب دوسرا درجہ۔ کیا عجیب و غریب آیت ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ الَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ یَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ (سورہ بقرہ آیت ۲۱۸)

اب یہ بلند درجہ ہے۔ وہ لوگ جو ایمان لائے، جنہوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی، جنہوں نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا

اُولٰٓئِكَ یَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ؕ ۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں بخشے جانے کی اُمید ہے۔ یقین نہیں۔

وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ یہ صحیح اُمید رکھتے ہیں اللہ بخشنے والا بھی ہے، رحم کرنے والا بھی ہے۔ اور اب تیسرا درجہ۔

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ۔ (سورہ توبہ آیت ۲۰)

جو ایمان لائے، جنہوں نے ہجرت کی، جنہوں نے اپنی جانوں اور اپنے مالوں سے جہاد کیا ان کا درجہ ہماری نگاہوں میں بہت بلند ہے اور ہم وعدہ کرتے ہیں کہ انہیں بخش دیں گے۔

دونوں آیتوں میں یہ ذکر ہے کہ جو ہجرت کرے اور جہاد کرے۔ تنہا ہجرت کرنے پر بخشا نہیں جائے گا جب تک جہاد کے لیے میدانِ جنگ میں نہ جائے۔ اور جہاد کرے

اپنے مال سے بھی اور اپنی جان سے بھی۔ تو ایسے لوگوں کا درجہ ہماری نظر میں بہت بلند ہے۔ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ اور یہی لوگ قیامت میں یقیناً کامیاب ہوں گے۔

تین درجہ تم نے سن لیے اور اب سورۂ تحریم۔ گزشتہ سال چوتھی محرم کو میں نے یہ آیت quote کی تھی اور اب استدلال کو آگے بڑھا رہا ہوں۔ يَوْمَ لَا يُخْزِى اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ۔ (سورۂ تحریم آیت ۸) قیامت کے دن اللہ اپنے نبی کو رسوا نہیں ہونے دے گا اور وہ لوگ جو نبیؐ کے ساتھ ایمان لائے، قیامت کے دن انہیں بھی رسوا نہیں ہونے دے گا۔

جو نبیؐ پر ایمان لائے نہیں بلکہ جو نبیؐ کے ساتھ ایمان لائے۔ یوم قیامت کے دن۔ لَا يُخْزِى اللّٰهُ النَّبِيَّ۔ اللہ اپنے نبی کو رسوا نہیں ہونے دے گا۔ کیا مطلب رسوا نہیں ہونے دے گا؟ مطلب یہ کہ نبی مقام شفاعت پر ہوگا۔ جس کی شفاعت کرے گا ہم قبول کریں گے۔ ہم اسے رسوا نہیں ہونے دیں گے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ۔ اور وہ لوگ جو نبی کے ساتھ ایمان لائے۔

آمنوا علیہ نہیں ہے، کہ اس پر ایمان لائے۔ بھئی میں محمدؐ پر ایمان لایا، تم محمدؐ پر ایمان لائے، سارے فقہا محمدؐ پر ایمان لائے۔ سارے عرفاء محمدؐ پر ایمان لائے، ساری ازواج محترمات محمدؐ پر ایمان لائیں۔ سارے اصحابِ کرام محمدؐ پر ایمان لائے لیکن یہ محمدؐ پر ایمان نہیں لایا (بلکہ) محمدؐ کے ساتھ ایمان لایا۔ اب اس کی صفت کیا ہے؟.....

نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ۔

یہ محمدؐ کے ساتھ ایمان لانے والے جب میدانِ حشر میں آئیں گے تو ان کا نور ان کے دائیں بائیں اور آگے پیچھے چل رہا ہوگا۔

کہانی نہیں ہے قرآن ہے قرآن! تو قرآن کہے کہ جو محمدؐ کے ساتھ ایمان لایا وہ نور ہے اور مسلمان کہے کہ خود محمدؐ نور نہیں ہے؟!

پچھلے سال میں نے تم سے یہ کہا تھا کہ کچھ تو میں بیان کرتا ہوں اور کچھ تھوڑا سا تم

ہوم ورک کرلیا کرو۔ کہ جو آیتیں میں quote کر رہا ہوں ان کا حوالہ نوٹ کرلیا کرو اور گھر جانے کے بعد ان آیتوں کے ترجمے کو دیکھو کہ میں نے کہیں ڈنڈی تو نہیں ماردی۔

اور اب سورۂ حدید ۵۷ واں سورہ اور اس کی تیرہویں آیت۔

یَوۡمَ یَقُوۡلُ الۡمُنٰفِقُوۡنَ وَ الۡمُنٰفِقٰتُ۔

قیامت کے دن منافق مرد بولیں گے، منافق عورتیں بولیں گی۔

یعنی عجیب کمال ہوگیا قیامت کے دن منافق مرد ہی نہیں بولیں گے بلکہ منافق عورتیں بھی بولیں گی۔ دیکھو قران تو وہی ہے نا! اس میں کسی کمی یا اضافہ کا کوئی امکان نہیں ہے تو میں نے تقریباً نو سال پہلے اسی آیت کا ایک جملہ کہا تھا اور میں چاہ رہا ہوں کہ وہ جملہ ہدیہ کردوں اور پھر میں ذرا سا آگے بڑھوں۔

یَوۡمَ یَقُوۡلُ الۡمُنٰفِقُوۡنَ وَ الۡمُنٰفِقٰتُ۔

منافق مرد کہیں گے اور منافق عورتیں کہیں گی۔ کیا کہیں گی اور کیسے کہیں گی۔ بعد میں بتلاؤں گا۔ لیکن ایک بات سنو کہ اس کے بعد آگے کی گفتگو آسان ہوجائے گی۔ دیکھو:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○ قُلۡ یٰۤاَیُّہَا الۡکٰفِرُوۡنَ۔ حبیب کہہ دو کافروں سے۔ کافروں یعنی کافر مرد، کافرات کا تو تذکرہ نہیں ہے یہاں۔ تو کیا کافرات مخاطب نہیں ہیں؟..... یہ میرا سوال ہر اس شخص سے ہے جو قران کو سمجھنا چاہتا ہے۔

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا۔ اے ایمان لانے والو! .. ایمان لانے والیو نہیں ہے۔ ایمان لانے والو! نماز پڑھو۔ ایمان لانے والیاں نہ پڑھیں؟ ایک سوال ہے۔

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کُتِبَ عَلَیۡکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ لَعَلَّکُمۡ تَتَّقُوۡنَ (سورۂ بقرہ آیت ۱۸۳)

اے ایمان لانے والو! ہم نے تم پر روزہ کو واجب کردیا.....

دکھلا دو پورے قران میں کہ کہیں ایمان لانے والیوں پر روزہ واجب ہوا ہو۔ تو کیا بچ گئیں ایمان لانے والیاں؟ سوال ہے۔

یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ...... بھئی! مومنین میں مومنات شامل ہیں اور کافرین میں کافرات شامل ہیں تو یہاں اللہ نے منافقین میں منافقات کو شامل کیوں نہیں کیا؟ الگ سے کیوں بیان کیا؟

تو ہوگا کوئی قرآن کی نظر میں ایسا! اب قیامت میں منافقین بھی کھڑے ہیں اور منافقات بھی کھڑی ہیں۔ وہ ذہن میں ہے نا تمہارے کہ جب محمدؐ کے ساتھ ایمان لانے والا میدانِ حشر میں آئے گا۔ کس شان کے ساتھ کہ:

نُوْرُھُمْ یَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَبِاَیْمَانِھِمْ۔

وہ اپنے نور کے ساتھ آیا ہے۔ اس کا نور اسے گھیرے ہوئے لے جا رہا ہے۔

یَوْمَ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔

منافق مرد اور منافق عورتیں اس ایمان لانے والے سے کہیں گے

اُنْظُرُوْنَا ارے بھئی ذرا رک جاؤ۔ (یہ آیہ مبارکہ بھی عجیب وغریب ہے)

اب Situation کو ذہن میں رکھنا۔ رسولؐ کے ساتھ ایمان لانے والا اپنے نور کے ساتھ میدانِ حشر میں آیا اور وہ سیدھا جا رہا ہے مقامِ شفاعت کی طرف جہاں رسولؐ ہیں۔ دائیں بائیں منافقین کھڑے ہیں، منافقات کھڑی ہیں۔

انہوں نے کہا: ایمان والے ذرا رکنا۔ وہ رک گیا اور کہنے لگا: بات کیا ہے کیوں روک رہے ہو؟ جانتے ہو قرآن نے جواب کیا دیا؟

نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِکُمْ۔ (سورۃ حدید آیت ۱۳) بھئی رک جا۔ تیرے نور سے تھوڑا سا ہم بھی لے لیں۔ تاکہ ہماری بخشش ہو جائے۔

دنیا میں کہہ رہے تھے کہ محمدؐ نور نہیں ہے۔ آخرت میں اتنے پریشان ہوئے کہ اس ایمان والے سے کہتے ہیں تھوڑا سا اپنا نور دے دو۔ اب نور والا بھی تو کچھ کہے گا نا! جاؤ قرآن میں دیکھو اور اگر نہ ملے تو کل میرا گریبان تھام لینا۔ نور والا کہے گا:

ارْجِعُوْا وَرَآءَکُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا (سورۃ حدید آیت ۱۳)

ارے یہ مجھ سے کیا نور مانگ رہے ہو واپس دنیا میں جاؤ اور جنہیں اپنا پیر بنا کے آئے تھے ان سے لے کے آؤ۔

جہاں ہدایت ہوگی وہاں نور ہوگا۔ جہاں نور ہوگا وہاں ہدایت ہوگی۔ شاید تم اس دعوے کو بغیر دلیل کا سمجھو۔

اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّ نُوْرٌ۔ (سورۂ مائدہ آیت ۴۴)

ہم نے تورات اتاری اس میں ہدایت اور نور ہے۔

وَ اٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ۔ (سورۂ مائدہ آیت ۴۶)

ہم نے عیسیٰ کو انجیل دی۔ اس انجیل میں بھی ہدایت ہے اور نور ہے۔

جہاں ہدایت ہوگی وہاں نور ہوگا اور جہاں نور ہوگا وہاں ہدایت ہوگی۔

اچھا تو جب تورات میں ہدایت بھی ہے نور بھی ہے، انجیل میں ہدایت بھی ہے نور بھی ہے تو پھر قران؟ کہنے لگا:

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ (سورۂ بنی اسرائیل یا اسرا آیت ۹) قران بھیجا ہے ہم نے اس لیے ہے کہ یہ ہدایت کرے تمہیں اچھی باتوں کی طرف۔ قران ہادی ہے۔

اور دوسرے مقام پر کہا:

اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا (سورہ نساء آیت ۱۷۵)

یہ قران نورِ مبین ہے۔ هدی للمتقین۔ هدی و رحمة لقوم یومنون۔

هدی للناس۔ یهدی للتی هی اقوم۔

مقامات تو بے شمار ہیں چار مقامات سے میں آیتیں تمہاری خدمت میں ہدیہ کیں۔

قران ہدایت ہے اور اب آواز دی۔ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا۔

یہ قران نورِ مبین ہے جو ہم تمہیں دے رہے ہیں۔ تو قران ہدایت بھی ہے نور بھی ہے، جہاں ہدایت ہوگی وہیں نور ہوگا۔ جہاں نور ہوگا وہیں ہدایت ہوگی۔ اگر اب بھی

یقین نہ ہو تو پھر قرآن کی طرف چلو۔

مَا كُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِیْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا۔ (سورۂ شوریٰ آیت ۵۲)

دیکھتے چلو کہ قرآن مجید نے کس کس طریقہ سے ایک ایک لفظ کو برتا ہے اور استعمال کیا ہے۔

مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِیْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا۔ حبیب یہ کتاب کیا ہے؟ نور ہے۔

حبیب ایمان کیا ہے؟ نور ہے۔ کتاب بھی نور، ایمان بھی نور۔

سورۂ نور چوبیسواں سورہ ہے قرآن کا اور اس میں اللہ نے آواز دی۔

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِیْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّیٌّ یُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَیْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِیَّةٍ وَّ لَا غَرْبِیَّةٍ ۙ یَّكَادُ زَیْتُهَا یُضِیْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ ؕ یَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ؕ (آیت ۳۵)۔

اللہ آسمان اور زمین کا نور ہے۔

مَا كُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِیْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا۔

اللہ نور، کتاب نور، ایمان نور۔

تو جب قرآن نورِ مکمل ہے تو اسے برداشت وہی کرے گا جو نورِ مکمل ہو۔

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔

مَثَلُ نُوْرِهٖ اس کے نور کی ایک مثال ہے۔ اس کے نور کی مِثل ہے نہیں مَثَل ہے مِثل کے معنی ذات جیسا ہونا اور مَثَل کے معنی صفات جیسا ہونا۔

لیس کمثلہ شیٔ۔ اس کے مِثل تو کوئی شے ہے ہی نہیں۔ تو مِثل تو کوئی نہیں ہے

ولہ المثل الاعلیٰ۔ البتہ مَثَل اس کے ہیں۔

اس کی ذات جیسا تو کوئی نہیں ہے لیکن صفات جیسے تو ہیں۔ اگر صفات جیسے نہ ہوں تو اللہ پہچانا کیسے جائے؟

مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّ لَا غَرْبِيَّةٍ ۙ۔

اب سنو! اللہ کے نور کی مثال کیا ہے۔ ایک طاق ہے اس میں ایک چراغ رکھا ہوا ہے۔ اس چراغ کے اوپر ایک فانوس ہے اور وہ طاق جس میں چراغ رکھا ہوا ہے وہ انتہائی روشن ہے۔ وہ فانوس روشن ستارے کی طرح جگمگا رہا ہے۔ اور اس چراغ کو جو تیل مل رہا ہے وہ مبارک شجرہ کا تیل ہے۔

ہے کوئی مبارک شجرہ جس کا تیل چراغ کو مل رہا ہے اگر اب بھی نہیں سمجھے تو:

نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ۔ نور کے اوپر نور ہے۔ خانۂ کعبہ میں علیؑ کو محمدؐ کے کاندھے پر بلند ہو کے بت توڑتے ہوئے دیکھو۔ (آج میں نے آیتیں زیادہ پڑھ دیں)۔

میں دو سال قبل شہر لاہور میں ایک عشرے سے خطاب کر رہا تھا۔ دوسری تقریر میں، میں نے آیتیں کچھ زیادہ پڑھ دیں تو وہاں کچھ جیالے بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک اُن میں سے بولا: علامہ صاحب آج آپ نے آیتیں بہت زیادہ پڑھ دیں کتنی یاد رکھیں گے۔ تو میں نے کہا کہ تم ہی نے تو کہا تھا کہ کتاب کافی ہے اب قیامت تک بھگتتے رہو۔

يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّ لَا غَرْبِيَّةٍ ۙ

نہ مشرقی ہے نہ مغربی ہے اسے جو تیل مل رہا ہے وہ مبارک شجرہ سے مل رہا ہے وہ شجرہ ہے۔

يَكَادُ زَيْتُهَا یعنی اس کو آگ مَس نہیں کرتی وہ خود بخود روشن ہے۔

لَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ۔ اگر بیچ میں آگ نہ آجاتی تو نور کے بعد نور ہی آتا۔ لیکن نار نے آکر نور کو نور سے الگ کر دیا۔

يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ جو مشیت میں گزر جائے اللہ اس کی ہدایت کرتا ہے۔

مشیت کے معنی تو جانتے ہونا! اللہ کا ارادہ، اللہ کی چاہ۔

يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ۔ اللہ اپنے نور کی طرف ہدایت کرتا ہے ان لوگوں کی

جن کی طرف وہ چاہتا ہے۔ جو مشیت میں گزر گئے ہیں کہ ان کی ہدایت ہونی چاہئے ان کی ہدایت کرتا ہے۔ سورۂ نحل میں نویں آیت میں آواز دی۔

وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ۔ پوری آیت ہے۔

وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَآئِرٌ ۚ وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ۔

اللہ کی ذمہ داری ہے کہ اپنے راستے کی حفاظت کرے۔

وَمِنْهَا جَآئِرٌ دنیا میں بہت سے راستے ٹیڑھے ہیں اب اللہ کی ذمہ داری ہے کہ اپنے سیدھے راستے کی حفاظت کرے

وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ اور اگر وہ چاہتا ہے تو 100 percent انسانیت کی ہدایت کر دیتا۔ لیکن نہیں چاہا۔

یخلق ما یشآء جو چاہتا ہے وہ خلق کرتا ہے۔ یہ چاہ دیکھ رہے ہو اللہ کی۔

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۖ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ۔ (سورۂ آل عمران آیت ۲۶)

مالک تو جسے چاہے ملک دیدے جس سے چاہے ملک کو چھین لے۔ جسے چاہے عزت دیدے، جسے چاہے ذلیل کر دے۔ (یہ مشیت دیکھتے جا رہے ہو) اب چوتھی آیت سنو!

وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (سورۂ بقرہ آیت ۲۱۳)

اللہ جس کی چاہے ہدایت کر دے صراطِ مستقیم کی طرف۔

تو بنیادی امر اس دنیا میں اللہ کی چاہ ہے۔

میں کل یہاں پانچ محرم کی مجلس سے خطاب کروں گا۔ خدا کی قسم میری کیا مجال ہے کہ میں کہہ دوں بلکہ ان شاء اللہ خطاب کروں گا۔ اگر صرف یہ کہہ دوں کہ کروں گا تو یہ تکبر ہے۔ یہ گستاخی ہے اس کی جناب میں، ان شآء اللہ کروں گا یعنی اگر اللہ نے چاہا۔

میری کیا حقیقت ہے؟..... میری تو کوئی حقیقت ہی نہیں ہے خدا کی قسم! پروردگار نے پیغمبرؐ سے کہا سورۂ کہف اٹھارواں سورہ قرآن کا۔

وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ (آیت ۲۳۔۲۴)

میرے حبیب کل کی بات نہ کرنا کہ یہ کروں گا۔

"الا ان یشآء اللّٰہ" کہنا کہ ان شاء اللہ یہ کروں گا۔

تو محمدؐ کو بھی حکم یہی ہے کہ کل کی بات کرو تو ان شاء اللہ کہو۔ اور میرا محمدؐ کہتا ہے کہ کل میں علَم دوں گا اور ان شاء اللہ نہیں کہتا۔

تَقُوْلَنَّ میں ن پر تشدید میرا نبیؐ کہتا ہے لاعطینّ یہاں بھی نون پر تشدید ہے لاعطینّ رایۃً غداً رجلا کراراً غیر فرارا یحبہ اللّٰہ و رسولہ و یحب اللّٰہ و الرسول۔ لاینظروا حتی یفتح اللّٰہ بین یدیہ۔

کل میں علَم عطا کروں ایک ایسے شخص کو جو مرد ہوگا (ان شاء اللہ عطا کروں گا نہیں۔)

یا رسول اللہ آپ کو حکم تھا کہ آپ ان شاء اللہ کہیں یہاں آپ ان شاء اللہ کیوں نہیں فرماتے؟ کہا کہ بھئی! اگر یہ میرا جملہ ہوتا تو میں ضرور کہتا۔ یہ جملہ ہی خدا کا ہے۔

مسلمانو! سنو۔ لاعطینّ رایۃً غداً۔ "علَم" عطا کروں گا۔ دوں گا نہیں۔

اور عطا وہ جو پانے والے کی ملکیت بن جائے۔

"علَم" علیؑ کو دیا نہیں ہے دیا ہوتا تو واپس لے لیا ہوتا۔ پہلے کی تاریخ تو یہی ہے نا کہ دیا، لے لیا۔ پھر دیا پھر لے لیا۔ اور اب دوں گا نہیں بلکہ عطا کروں گا اور عطا وہ جو پانے والے کی ملکیت بن جائے۔

"علَم" علیؑ کی عطا ہو گیا اب قیامت تک علیؑ سے باہر نہیں ہوگا۔ یہی سبب ہے کہ آج بھی علَم علیؑ کے دوستوں کے گھر پر نظر آتا ہے دشمنوں کے گھر پر نظر نہیں آتا۔

یہی تو فیصلہ ہے اور علَم ہی تو فیصلہ ہے کہ کدھر حق ہے کدھر باطل ہے۔ کلمہ سے فیصلہ نہیں ہوتا اس لیے کہ کلمہ پڑھنے والے یزید کی فوج میں بھی تھے۔ اور کلمہ حسینؑ کی فوج بھی پڑھ رہی تھی۔ نمازیں فیصلہ نہیں کرتیں۔ فوجِ یزید میں بھی نمازیں تھیں۔ اور فوجِ حسینؑ میں بھی نمازیں تھی۔

میرا جی چاہتا ہے کہ تمہیں روزِ عاشور کی دو گواہیاں سنا دوں اور اجازت لوں۔

ہم کہتے ہیں نا کہ اللہ گواہ ہے، حضرتِ عباسؑ گواہ ہیں۔ دو گواہیاں سنو روزِ عاشور کی۔ فیصلہ خود کرو گے کہ حق کدھر ہے باطل کدھر ہے۔

جب حسینؑ نے علی اکبرؑ کو بھیجا ہے تو اپنی ریش مبارک اپنے ہاتھوں میں لی اور کہنے: اللھم اشھد علیٰ ھؤلاءِ القوم۔ پروردگار تو گواہ رہنا کہ اس بیٹے کو بھیج رہا ہوں جو تیرے رسولؐ کے مُشابہ ہے۔ حسینؑ نے اپنے اللہ کو گواہ بنایا ہے۔

اور ادھر روزِ عاشور پسرِ سعد نے اپنے غلام سے کہا: فوج کا پرچم سامنے لاؤ۔

جیسے ہی پرچم سامنے آیا۔ پسرِ سعد نے اپنی کمان اٹھائی۔ ترکش سے تیر نکالا۔ کمان میں جوڑا اور کہنے لگا: لشکر والو! گواہ رہنا کہ خیامِ حسینی کی طرف پہلا تیر پھینکنے والا میں ہوں اور اس کی گواہی یزید کے دربار میں دینا تا کہ مجھے پہلا انعام ملے۔

یہ گواہیاں دیکھ لیں؟ حسینؑ نے اللہ کو گواہ بنایا۔ پسرِ سعد نے لشکر والوں کو گواہ بنایا۔ جیسے ہی اس نے تیر پھینکا لشکر والوں کو بھی تمنا ہوئی کہ ہمیں بھی انعام ملے۔ چار ہزار تیر انداز تھے اور چار ہزار تیر چلے اور ادھر روکنے کے لیے بہتر (۷۲) سینے بھی نہیں تھے۔

دیکھو میں نوجوانوں کی ذہنی تربیت چاہتا ہوں یہ جملہ جو میں نے کہا ہے اس کا مطلب تو سنتے جاؤ کہ ادھر سے چار ہزار تیر چلے اور اُدھر سے روکنے والے بہتر (۷۲) سینے بھی نہیں تھے۔ یہ میں نے کیوں کہا؟ اس لیے کہ ان بہتر شہیدوں میں ایک وہ تھا جو چھ مہینے کا تھا۔

اُدھر سے تیروں کی بارش شروع ہوئی۔ اِدھر اصحابِ حسینؑ نے ایک دوسرے کو پکارا۔ حبیبؑ نے زہیرؑ کو پکارا: زہیر وہ دن آ گیا جس کے لیے ہم پیدا ہوئے تھے۔

کہا: کیا کریں؟

کہا: ایسا کرو کہ جن فوجیوں کے پاس گھوڑے ہیں وہ خیامِ حسینی کے سامنے گھوڑوں پر بیٹھ جائیں۔ حسینؑ کی ساری فوج کے پاس گھوڑے نہیں تھے۔ فوج ہی کیا تھی۔ جن کے

پاس بھی گھوڑے تھے انہوں نے گھوڑے ملائے لیکن گھوڑوں کے درمیان جگہ بچی اور خطرہ تھا کہ تیر آ کر خیمے میں نہ چلا جائے تو وہ جو پیادہ سپاہی تھے حسینؑ کے وہ گھوڑوں کے درمیان اکڑوں بیٹھ گئے۔

جب تیروں کی بارش رکی تو حسینؑ گئے یہ دیکھنے کے لیے کہ کون سا ساتھی زندہ ہے کون سا ساتھی چلا گیا ایک مرتبہ حسینؑ کے کانوں میں ایک بی بی کے رونے کی آواز آئی۔ حسینؑ نے مڑ کے دیکھا کہ ایک لاشے پر ایک کنیز بیٹھی ہوئی رو رہی ہے۔ کہا:

یہ کس کا لاشہ ہے جس پر یہ عورت بیٹھی ہوئی رو رہی ہے۔

ہاتھ جوڑ کے کسی نے کہا: فرزندِ رسول یہ مسلمؑ ابن اوسجہ کا لاشہ ہے اور ان کی کنیز ان کے سرہانے بیٹھی رو رہی ہے۔

پوچھا: کیا مسلمؑ مر گئے؟

کہا: نہیں مولا تھوڑی سی جان باقی ہے۔

یہ سننا تھا کہ دوڑتے ہوئے حسینؑ مسلمؑ کے قریب آئے۔ ان کا سر اٹھایا اپنے زانو پر رکھا۔ کہا: مسلم کیسے ہو؟

کہا: مولا حق ادا ہو گیا؟

حسینؑ جواب کیا دیں۔ مولا کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔ اتنے میں دوڑتے ہوئے حبیبؑ ابن مظاہر آئے اور کہنے لگے:

مسلمؑ تمہاری بیوی خیمے میں ہے، تمہارا پانچ سال کا بچہ خیمہ میں ہے۔ تم دنیا سے جا رہے ہو۔ اگر کوئی وصیت کرنی ہو تو کر دو۔ ہم پوری کریں گے۔

ایک مرتبہ مسلمؑ نے آنکھ کھولی اور اشارہ کیا حسینؑ کی طرف اور کہا:

اوصیك بهذا المظلوم۔ کوئی وصیّت نہیں ہے میرے مظلوم مولا کا خیال رکھنا۔ مجھے بیٹے کے لیے کوئی وصیّت نہیں کرنی ہے۔ بیوی کے لیے کوئی وصیّت نہیں کرنی ہے۔ میری وصیت ہے تو بس اتنی کہ میرے بعد میرے مظلوم مولا کا خیال رکھنا۔ یہ کہا۔ موت کی

ہچکی آئی۔ مسلمؑ دنیا سے گزر گئے۔

حسینؑ نے سر رکھا انا للہ و انا الیہ راجعون کہا۔ اٹھے اور اب حسینؑ نے ایک منظر دیکھا کہ خیمے کا پردہ اٹھا۔ ایک پانچ سال کا بچہ جس کی کمر میں ایک تلوار حمائل تھی۔ وہ دوڑتا ہوا نکلا کسی کو سلام کیا خیمے میں اور مقتل کی طرف بھاگنے لگا۔

حسینؑ نے کہا: میرے ساتھیو! یہ کس کا بچہ ہے۔ جو مقتل کی طرف جا رہا ہے۔

کہا: یہ مسلمؑ کا بیٹا ہے۔

کہا: اسے پکڑ لے لاؤ۔

اصحاب دوڑے۔ پانچ سال کے بچے کو لائے۔ اب میں تم سے پوچھتا ہوں کہ جب اصحاب بچے کو لائے تو پیار سے لائے ہوں گے۔ چمکار کے لائے ہوں گے۔ تمانچے تو نہیں مارے ہوں گے۔ گوشوارے تو نہیں نوچے ہوں گے۔ وہ مسلمؑ کے بیٹے کا مقدر تھا۔ یہ حسینؑ کی بیٹی کا مقدر تھا۔

مجلس پنجم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قُلِ ادۡعُوا اللّٰہَ اَوِ ادۡعُوا الرَّحۡمٰنَ ؕ اَیًّامَّا تَدۡعُوۡا فَلَہُ الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰی ۚ وَ لَا تَجۡہَرۡ بِصَلَاتِکَ وَ لَا تُخَافِتۡ بِہَا وَ ابۡتَغِ بَیۡنَ ذٰلِکَ سَبِیۡلًا ﴿۱۱۰﴾ وَ قُلِ الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ لَمۡ یَتَّخِذۡ وَلَدًا وَّ لَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ شَرِیۡکٌ فِی الۡمُلۡکِ وَ لَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَ کَبِّرۡہُ تَکۡبِیۡرًا ﴿۱۱۱﴾

(سورۂ بنی اسرائیل آیت ۱۱۰۔۱۱۱)

عزیزانِ محترم! میزانِ ہدایت اور قرآن کے عنوان سے یہ ہمارا پانچواں سلسلۂ گفتگو ہے۔ ہم نے مسلسل ان مجلسوں میں سورۂ بنی اسرائیل کی آخری دو آیتوں کی تلاوت کا شرف حاصل کیا۔ ان آیات میں پروردگارِ عالم نے یہ ارشاد فرمایا:

حبیب لوگوں سے کہہ دے کہ تم اللہ کہہ کے پکارو یا رحمان کہہ کر پکارو

اَیًّامَّا تَدۡعُوۡا جس نام سے بھی پکارو۔

فَلَہُ الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰی سارے اچھے نام تو اسی کے ہیں نا! اور حبیب

وَ لَا تَجۡہَرۡ بِصَلَاتِکَ اپنی نماز کو انتہائی بلند آواز سے نہ پڑھو۔

وَ لَا تُخَافِتۡ بِہَا اور انتہائی آہستہ بھی نہ پڑھو۔

وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا تم ان دونوں کے درمیان ایک راستہ نکال لو کہ نماز نہ زیادہ بلند ہو نہ زیادہ آہستہ ہو۔

وَ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا اور حبیب کہہ دے کہ ساری تعریف اس اللہ کے لیے جس نے اپنے لیے کوئی بیٹا منتخب نہیں کیا۔

وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ اور اس کی حکومت میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔

وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وہ کمزور نہیں ہے کہ کسی کی مدد مانگے۔

وَ كَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا اور حبیب اپنے اللہ کی بڑائی کا اعلان کر دے جو حق ہے اعلان کرنے کا۔

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ۔ پکارو اللہ کہہ کے، پکارو رحمٰن کہہ کے۔

اسی سے نکلا ہے دعا۔ دعا کے معنی اللہ کو پکارنا، اللہ سے مانگنا، اللہ سے طلب کرنا۔

اس موقع پر میں اپنے سننے والے کو ابراہیمؑ کی ایک دعا ہدیہ کرتا جاؤں۔ ہزاروں مرتبہ کی سنی ہوئی دعا ہے لیکن ذرا فلسفۂ دعا دیکھو۔ آداب دعا دیکھو۔

وَ اِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَ اِسْمٰعِيْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۲۷﴾ رَبَّنَا وَ اجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۪ وَ اَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَ تُبْ عَلَيْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۲۸﴾ رَبَّنَا وَ ابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ يُزَكِّيْهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔ (سورۂ بقرہ آیات ۱۲۷ تا ۱۲۹)

یہ ابراہیمؑ کی دُعا ہے۔ اس وقت کو یاد کرو جب باپ اور بیٹے، ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ مِل کر خانہ کعبہ کی دیواروں کو بلند کر رہے تھے اور یہ دُعا مانگتے جا رہے تھے

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔

پروردگار ہمارے اس عمل کو قبول کر لے تو سننے والا بھی ہے تو جاننے والا بھی ہے۔

رَبَّنَا وَ اجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ ہم دونوں کو اپنا مسلمان قرار دے۔

وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ اور ہماری نسل میں مسلمان امت چلتی رہے۔

رَبَّنَا۔ اب دوسری مرتبہ کہا ہے۔ رَبَّنَا

عجیب وغریب مرحلۂ فکر ہے جہاں اپنے سننے والوں کو روک رہا ہوں۔

دوسری مرتبہ "رَبَّنَا" آیا۔ اَرِنَا مَنَاسِكَنَا۔ میرے مالک، میرے پروردگار ہمیں ہمارے اعمال کی جزاء اس دنیا میں دکھلا دے۔

وَتُبْ عَلَيْنَا اور ہماری توبہ کو قبول فرما لے

اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ۔ تو توبہ کو قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا۔

رَبَّنَا۔ اب تیسری مرتبہ ربنا آیا۔ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ۔

پروردگار یہ جو مسلمان نسل چلے ہماری ذریّت میں اسی میں ایک رسول کو مبعوث کر اور اس رسول کا کام یہ ہوگا کہ وہ آیات کی تلاوت کرے گا۔ کتاب وحکمت کی تعلیم دے گا۔ نفسوں کا تزکیہ کرے گا۔

اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔ تو ہی صاحبِ عزّت ہے اور تو ہی صاحبِ حکمت ہے۔

دعا کا ادب بتایا ابراہیمؑ نے۔ تین مرتبہ رَبَّنَا کہا۔ تو جب دُعا مانگنے لگو تو درمیانِ دعا میں بار بار اللہ کو پکارو۔ یہ دُعا کا ادب ہے۔

رَبَّنَا، رَبَّنَا، رَبَّنَا۔

اب دوسرا ادب دیا اور عجیب وغریب ادب دیا۔

وَ اِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔ تو سننے والا ہے تو جاننے والا ہے۔ تو دیکھ رہا کہ ہم کیا عمل انجام دے رہے ہیں تو پروردگار ہمارے اس عمل کو قبول فرما۔

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۠ وَ اَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا۔ توبہ قبول کر

اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ۔ توبہ قبول کر اس لیے کہ تو توبہ کو قبول کرنے والا ہے۔ تو

رحمت نازل کرنے والا ہے۔

ان ہی میں رسول کو بھیج دے

اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔

سارا اقتدار تیرے ہی پاس ہے۔ بھیجنے کی طاقت فقط تیرے پاس ہے حکیم ایسے کو بھیجے گا جو مزاجِ عدل لے کے آئے مزاجِ حکمت لے کے آئے۔ تو ادب دیا ابراہیمؑ نے کہ جیسی دُعا ہو ویسا نام استعمال کرو۔ اگر مریض ہو تو شافی کہہ کر پکارو، اگر رزق چاہیے تو رزاق کہہ کے بلاؤ۔ اگر اولاد کی تمنا ہے خالق کہہ کر پکارو۔ تو جیسی دُعا ہو اسی کی مناسبت سے (اللہ کا) نام آئے۔ یہ ابراہیمؑ کا دیا ہوا ادب ہے دُعا کے لیے۔

اب ایک جملہ اپنے سننے والوں کی خدمت میں عرض کروں۔ دُعا کب مانگی کہ میری نسل میں رسول مبعوث کر۔ چار ہزار برس پہلے اور دُعا قبول ہوئی چار ہزار برس بعد۔ تو اگر دُعا کے قبول ہونے میں تاخیر ہو جائے تو مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

پورا قرآن بھرا ہوا ہے انبیاء کی دُعاؤں سے لیکن میں زیادہ دُعائیں تمہارے سامنے پیش نہیں کروں گا۔ حضرت نوحؑ نے کہا:

رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَ لِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا۔ (سورۂ نوح آیت ۲۸) مالک مجھے بخش دے۔

(اگر نوحؑ کی یہ دُعا سمجھ لی تو بڑے مسائل حل ہو جائیں گے) مالک مجھے بخش دے وَلِوَالِدَیَّ اور میرے والدین کو بخش دے۔ پہلے مجھے بخش دے پھر میرے والدین کو بخش دے

وَ لِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا اور جو میرے گھر میں مومن بن کے داخل ہو۔ گھر میں داخل ہونا بخشے جانے کی دلیل نہیں ہے جب تک داخل ہونے والا مومن نہ ہو۔

رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَ لِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا۔

جو مومن بن کے میرے گھر میں داخل ہوا سے بھی بخش دے۔

پہلے اپنے بخشے جانے کی دُعا، پھر والدین کے بخشے جانے کی دُعا، پھر مومنین کے بخشے جانے کی دُعا۔

کوئی اور ہوتا تو الٹ کے کہتا۔ پروردگارا! سارے مومنین کو بخش دے، پھر میرے والدین کو بخش دے پھر مجھے بخش دے۔ یعنی اپنے آپ کو آخر میں رکھتا۔ مومنین کو پہلے رکھتا، والدین کو ان کے بعد میں رکھتا۔ یہی کیا (حضرت نوحؑ کی طرح) ابراہیمؑ نے۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ

(سورۂ ابراہیم آیت ۴۱)۔

پروردگارا! مجھے بخش دے، میرے والدین کو بخش دے، مومنین کو بخش دے۔

پہلے میں، پھر والدین، پھر مومنین ...... دو پیغمبروں نے دُعا کا ادب بتلایا۔ کہ پہلے اپنے لیے دُعا کرو۔ پھر والدین کے لیے پھر مومنین کے لیے۔ اس لیے کہ دُعا ہے ایک قسم کی شفاعت تو شفاعت وہ کرے جو پہلے خود تو بخشا جاچکا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ سوائے خاندانِ آلِ محمدؐ کے شفاعت کا وعدہ کسی نے نہیں کیا۔

امّت کی پوری تاریخ میں بڑے بڑے اکابر گزرے، بڑے بڑے اولیائے کرام گزرے، بڑے بڑے عرفاء گزرے۔ بڑے بڑے مزار بن گئے ان کے۔ بڑے بڑے فقہاء گزرے، فقہ کے ائمہ گزرے، تفسیر لکھنے والے، محدّثین گزرے۔ کیا کچھ گزرے۔ خدا کی قسم کھا کے کہہ رہا ہوں۔ خلفاء بنی عباسؑ گزرے، خلفاء بنی اُمیّہ گزرے۔ سلجوقی بادشاہ گزرے، ساسانی بادشاہ گزرے۔ آلِ عثمان کی حکومت گزر گئی۔ کسی بادشاہ نے، کسی صوفی نے، کسی محدّث نے، کسی خلیفہ نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ قیامت میں ہم بخشوائیں گے۔ دعویٰ وہ کرے جسے اپنے بخشے جانے کا یقین ہو۔

اب میں ایجنڈا بدل رہا ہوں۔ سوچ کے کچھ آیا تھا بولوں گا کچھ اور۔ ایجنڈا بدل رہا ہوں۔ سورۂ نمل ستائیسواں سورہ قرآن مجید کا اور اتنی مشہور آیت ہے کہ میرا کوئی سننے والا ایسا نہیں ہے جو آدھی آیت سے واقف نہ ہو۔

اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَ يَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ۔

جاؤ میرے ترجمے پر اعتبار نہ کرنا۔ سورۂ نمل ستائیسواں سورہ ہے وہاں جا کر اس آیۂ مبارکہ کو دیکھ لینا۔ باسٹھویں آیت۔

وہ کون ہے کہ مضطر جب پکارے تو اس کی مشکل کو حل کرتا ہے اور وہ کون ہے جو خلیفہ بناتا ہے اور اللہ کے علاوہ۔

ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ کیا اللہ کے علاوہ کوئی اور بھی اللہ ہے؟ قلیلا ماتذ کرون۔ بہت کم غور وفکر کرنے کے عادی ہو۔

بھئی! غور کرو اس آیت میں۔ اللہ نے اپنے دو کام بتلائے۔

اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ۔ کون ہے اللہ کے علاوہ جو مضطر کی دُعا سنے اور اسے حل کرے۔ بس اللہ ہے جو مضطر کی دُعا کو سنتا ہے اور اس کو حل کرتا ہے۔

وَ يَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ اور کون ہے اللہ کے علاوہ جو خلیفہ بناتا ہے۔ بس اللہ ہے جو خلیفہ بناتا ہے کوئی اور نہیں بناتا۔ کیا اللہ کے علاوہ کوئی اور اللہ ہے؟

قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ۔ تم بہت کم غور وفکر کرنے کے عادی ہو۔

بھئی! غور کرو اس آیت میں۔ اللہ نے اپنے دو کام بتلائے۔

اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ۔

کون ہے اللہ کے علاوہ جو مضطر کی دُعا سنے اور اسے حل کرے۔ بس اللہ ہے جو مضطر کی دُعا کو سنتا ہے اور اس کو حل کرتا ہے۔

وَ يَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ اور کون ہے اللہ کے علاوہ جو خلیفہ بناتا ہے۔ بس اللہ ہے جو خلیفہ بناتا ہے کوئی اور نہیں بناتا۔ کیا اللہ کے علاوہ کوئی اور اللہ ہے؟

قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ۔ تم بہت کم غور وفکر کرنے کے عادی ہو۔

اس آیۂ مبارکہ میں اللہ نے اپنے دو کام بتلائے۔ میں مُضطر کی مشکل کو حل کرتا

ہوں اور میں خلیفہ بناتا ہوں۔ تو پہلا کام تو اللہ سے کروا رہے ہو اور دوسرا کام خود کر رہے ہو یہ کیسی منطق ہے؟

مُضطر۔ جو پریشان ہو کہ چیخ اُٹھے،

مُضطر۔ جو مصیبت میں چیخ اُٹھے۔ مُضطر کے معنی بتلا رہا ہوں میں۔

مُضطر جو اتنا پریشان ہو جائے کہ اس کی آواز بلند ہو جائے۔ کیا چھٹے پارے کی پہلی آیت بھول گئے؟

لَا یُحِبُّ اللّٰہُ الْجَھْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ (سورۂ نسآء آیت ۱۴۸)

اللہ کو پسند نہیں ہے کہ اونچی اونچی باتیں کرو۔

مگر جس پر ظلم ہو جائے اسے حق ہے۔ ہم مظلوم ہیں ہمیں بولنے کا حق ہے یا نہیں؟

تو اللہ کو مظلوم کا رونا پیٹنا پسند ہے۔ تمہیں پسند نہ ہو تو میں کیا کروں؟

بھئی! عجیب بات ہے کہ سینہ ہم پیٹیں، چوٹ دوسرے کو لگ جائے!

سورۂ ذاریات ۵۱ واں سورہ قرآن کا۔ جب ہم نے فرشتہ بھیجا ابراہیمؑ کے پاس کہ اس بڑھاپے میں تمہیں اولاد ہوگی۔

(اب آیتیں نہیں پڑھ رہا ہوں دامنِ وقت میں بہت زیادہ گنجائش نہیں ہے)

ابراہیمؑ کے پاس فرشتہ بھیجا کہ اس بڑھاپے میں (سو سال سے زیادہ عمر ہے اور اگر توراۃ کی بات قبول کی جائے تو ۱۱۲ سال عمر تو زوجہ کی عمر کیا ہوگی؟) تمہارے گھر بیٹا پیدا ہوگا۔ ابراہیمؑ کی بیوی گھبرا گئی۔

فاقبلت دوڑتی ہوئی آئی فصکّت وجھھا اور اس نے اپنا چہرہ پیٹ لیا۔

جبرئیلؑ موجود ہیں، ابراہیمؑ بیٹھے ہوئے ہیں نہ نبی روکتا ہے نہ فرشتہ روکتا ہے چہرہ پیٹنے سے۔ بھئی آیت ہے قرآن کی ۵۱ واں سورہ ہے (۲۹ویں آیت ہے) جا کے دیکھ لینا اس آیۂ مبارکہ کو۔

یوسفؑ کا زمانہ آیا۔ برادران یوسفؑ نے یوسفؑ کو فروخت کیا۔ یوسفؑ گئے۔
چالیس سال یعقوبؑ نے غم منایا یوسفؑ کا اور یہ کہہ کہ منایا:
فصبر جمیل میں صبر کر رہا ہوں۔
دیکھو عجیب Contradiction ہے، عجیب تضاد ہے، یعنی ایک جگہ قرآن میں لکھا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے والد حضرتِ یعقوبؑ صبر کر رہے تھے اور اُسی قرآن نے لکھا

وَ ابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ (سورۂ یوسف آیت ۸۴)
روتے روتے اس کی آنکھیں سفید ہوگئیں۔ تو رونا صبر کے خلاف نہیں ہے۔
میں اتنا زیادہ حوالے دینے کا عادی نہیں ہوں۔ لیکن اب بات آ گئی ہے تو سنتے چلو۔ میں اب ذرا اپنے اصول کو بدل رہا ہوں۔

وَ ابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ۔ کیا کہتے تھے؟
يٰٓاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ (آیت ۸۴)۔ ہائے میرا یوسف۔
اس ہائے میں خود ماتم موجود ہے۔
اچھا جو نہیں بیان کرنا چاہ رہا تھا میں وہاں تک بھی آ گیا۔
تفسیر مظہری۔ قاضی ثنا اللہ پانی پتی۔ اُردو میں بھی موجود ہے originally عربی میں لکھی گئی۔ اس کی پانچویں جلد۔ اس کا ایک چھوٹا سا واقعہ سنّنا۔
یوسف علیہ السلام جب قید خانے میں ڈال دیئے گئے اور جب بہت دن گزر گئے تو ایک دن جبرئیلؑ آئے۔
یوسفؑ کو پہچانتے ہو؟...... یوسفؑ ابن یعقوبؑ ابن اسحٰقؑ ابن ابراہیمؑ۔ شجرہ بتانا ضروری تھا۔ جبرئیلؑ نے کہا۔ میں اللہ کا فرشتہ ہوں۔
یوسفؑ نے کہا: یہ تو قید خانہ ہے۔ مجرموں کی جگہ۔ تم مجرموں کی جگہ کیسے آ گئے؟
کہا: یوسف میں مجرموں کے پاس نہیں آیا۔ میں تو تمہیں تسلی دینے کے لیے آیا ہوں۔

کہا: اچھا یہ بتلاؤ کہ کچھ علم ہے کہ میرے باپ کیسے ہیں؟ کس حال میں ہیں؟
جبرئیلؑ نے کہا: اللہ نے ان کا ایک بہت بڑا امتحان لیا۔ وہ روتے رہتے ہیں لیکن صبر بھی کرتے ہیں۔
(رونا صبر کے منافی نہیں ہے۔ یعنی رونا صبر کے خلاف نہیں ہے۔ اب یہاں ایک جملہ کہنا چاہ رہا ہوں اور اگر وہ جملہ پہنچ گیا تو میرا آج کا message پہنچ جائے گا)
کہنے لگے: میرے بابا! روتے رہتے ہیں! کتنا غم ہے انہیں میرے کھو جانے کا! کما قدرہ قدر غمّہ۔ ان کے غم کی مقدار کیا ہے؟
کہا: حزن سبعین ثقلة۔ ثقلہ جانتے ہو؟
وہ عورت جس کا جوان بیٹا مر جائے۔ اس پر کیسا غم پڑتا ہے۔ تو کہا کہ ستر پسر مردہ ماؤں کے برابر یعقوبؑ کا غم ہے۔

ایک مرتبہ یوسفؑ نے اپنے سر پر دو ہتڑ مارے، ہاتھ مارے۔ جبرئیلؑ نے منع نہیں کیا کہ یہ شرک ہے یا بدعت ہے۔
چہرہ پر ہاتھ مارنا ابراہیمؑ کی زوجہ کا، سر پہ ماتم کرنا ابراہیمؑ کے پوتے کا۔ اب تم سنتِ ابراہیمی پر عمل کرتے بھی ہو یا نہیں۔ مجھے نہیں معلوم۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ مسئلہ تھوڑا سا حل ہو جائے۔

ادھر یوسفؑ قید خانے میں ہیں اور ادھر یعقوبؑ تھوڑا سا ستو اور تھوڑا سا پانی لے کر اپنے شہر سے باہر شجرۃ الوداع کی چھاؤں میں بیٹھ جاتے تھے (وہ آخری درخت۔ اس کے بعد بیابان تھا)
اور بیٹھ کر کہتے رہتے تھے: یَاَسَفٰی عَلٰی یُوْسُفَ۔
وہ شاہراہِ عام تھی۔ گزرنے والے قافلے جب دیکھتے کہ ایک بوڑھا انسان بیٹھا ہوا رو رہا ہے اور کہہ رہا ہے: یَاَسَفٰی عَلٰی یُوْسُفَ۔ تو اُتر کر پوچھتے کہ تمہیں ہوا کیا؟
تو شاہراہِ عام پر اسی لیے بیٹھے کہ پوری دنیا کو مظلومیت کی خبر ہو جائے۔ اب سمجھ

میں آیا کہ ہم شاہراہِ عام پر ماتم کیوں کرتے ہیں!

تو وہ پوچھتے تھے کہ تمہیں کیا ہوا۔ تو کہتے تھے: میرا بیٹا گم ہو گیا۔

پوچھتے: کیسے گم ہوا؟

تو کہتے: اس کے بھائیوں نے اسے چھین کر کہیں فروخت کر دیا۔

پوچھتے: اُس کے بھائی کون ہیں؟ کہتے: یہ جو بیٹھے ہوئے ہیں۔

خدا کی قسم جاؤ دیکھو کہ یہ روایت ہے یا نہیں تفسیر مظہری میں۔ یعنی جہاں یعقوبؑ رویا کرتے تھے وہاں یعقوب علیہ السلام کے دوسرے بیٹے بیٹھے ہوئے ہوتے تھے۔ ایک دن میٹنگ کی کہ باپ ہمیں بدنام کرنے سے باز نہیں آتا۔ تو اسے قتل کر دیں۔ ایک بیٹا آڑے آ گیا۔ کہا کہ یہ میرا باپ ہے میں اسے قتل ہونے نہیں دوں گا۔

تو کہا: کیا کریں؟ کہا: چلو کے بوڑھے باپ کو سمجھائیں۔

آئے سارے بیٹے اور کہنے لگے: بابا! صبر کریں۔

کہا: یوسف کو گُم کر کے مجھے صبر کے معنی سمجھانے آئے ہو۔

تو اب دو نظریے سامنے آ گئے بھئی! قاتل ہمیشہ صبر کی تلقین کرے گا۔

مظلوم ہمیشہ ماتم کرے گا۔

یہ قبل اسلام کے دو واقعے جنہیں قران نے quote کیا اور اب صحیح بخاری۔ اس کی شرح فتح الباری اس فتح الباری میں ہے کہ رسولؐ پر ایک مرتبہ کوئی مصیبت آ گئی۔ فضرب فخذہ۔ اس نے زانو پر ماتم کیا۔ اور جانتے ہو شارح نے کیا لکھا؟

فیہ جواز علی ضرب الفخذ کیونکہ رسولؐ نے کر دیا اس لیے جائز ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر امّت میں رہنا ہے تو رسولؐ پر تو کوئی شرک کا الزام نہیں لگائے گا نا۔ اگر امّت میں رہنا ہے تو کسی کی مجال نہیں ہے کہ وہ رسولؐ پر شرک کا یا بدعت کا الزام لگا سکے۔

تو سر پہ ماتم کیا، مُنہ پر ماتم کیا، زانوؤں پر ماتم کیا۔ اب کیسے میں اپنے سُننے والوں کی خدمت میں عرض کروں۔ مدارج النبوت پہلی جلد۔ سیرت النبی دوسری جلد۔

ایک ایسا واقعہ پیش آیا کہ حضرتِ فاروقؓ نے رسولؐ اللہ کے سامنے چہرے پر ماتم کیا۔ یلتطم وجھه بار بار چہرے کو پیٹتے رہے اور رسولؐ اللہ سے گزارش کرتے رہے۔ کوئی واقعہ ہوگیا تھا۔ تو چہرے پر ماتم کرنا یہ تو تمہارے بزرگوں کی بھی سنّت ہے۔

کیا بھول گیا کہ تین دن رسولؐ نے حمزہؓ کا ماتم کروایا اور ہر کوچے سے حمزہؓ پر رونے والوں کی آواز آرہی تھی۔ جب رسولؐ اللہ نے سنا کہ ہر گھر سے حمزہؓ پر رونے کی آواز آرہی ہے تو فرمانے لگے۔

رضی اللہ عنکنَّ و اولاد کنَّ وعن اولادِ اولاد کنَّ۔

اللہ تم سے راضی ہو تمہاری نسلوں سے بھی راضی ہو۔ تمہاری نسلوں کی نسلوں سے بھی راضی ہو۔

اب اگر کوئی بے نسل ہونا چاہے تو میں کیا کروں؟

میرے عزیزو! میرے دوستو! مجھے معاف کر دینا میں Controversial باتوں پہ بولنے کا عادی نہیں ہوں۔ لیکن یہ مسئلہ Controvesial نہیں ہے جسے Controversial بنایا جارہا ہے۔

جاؤ دیکھو مدارج النبوت کی پہلی جلد کے آخر میں۔ پیغمبر اکرم اس دنیا سے تشریف لے جانے والے ہیں۔ نماز قائم ہونے والی تھی۔ جماعتیں بن گئی تھیں۔ لوگوں نے بلالؓ کو بھیجا کہ رسولؐ کو اطلاع دو کہ جماعت تیار ہے۔ تشریف لائیں نماز پڑھانے کے لیے۔

بلالؓ آئے کہا: یارسولؐ اللہ جماعت تیار ہے۔

رسولؐ نے بلال کو دیکھا اور کہا: اللّٰھم با الرفیق الاعلیٰ۔ بلال اب میرے پاس وقت نہیں ہے۔ میں تو اپنے اللہ کے پاس جا رہا ہوں۔ یہ سننا تھا کہ فریاد کناں و سرزناں بلالؓ فریاد کرتا ہوا اور سر پر ماتم کرتا ہوا باہر آیا۔ کسی صحابی نے منع نہیں کیا کہ یہ بدعت کیوں کر رہے ہو۔

بس میرے عزیزو! اس مسئلہ پر اس سے زیادہ زحمت نہیں دوں گا لیکن اگر کسی نے

چیلنج کردیا تو پھر بتلاؤں گا حوالے، بتلاؤں گا کہ کس نے کہاں ماتم کیا۔ ابھی تو میں پردہ ڈال رہا ہوں۔

میری ایک نصیحت سنتے جاؤ۔ تم پڑھے لکھے لوگ ہو۔ تم شرافت انسانیت کے امین ہو۔ تمہارے پاس آلِ محمدؐ کے کردار کی وراثت آئی ہے۔ تو اگر کوئی ایسی بات ہوجائے تو اسے حق ہے اپنے عقیدے کے اعلان کا۔ اگر کوئی ماتم کے خلاف بولے تو اسے حق ہے اپنے عقیدے کے اعلان کا۔ تمہیں احتجاج کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن اگر کوئی کہے کہ ماتم حرام ہے تو جواب جانتے ہو کیا ہے؟ ..... اور زور سے ماتم کرو۔

ماتم تمہاری پہچان ہے، ماتم تمہارا تشخص ہے، ماتم تمہاری زندگی ہے۔ کچھ سمجھ رہے ہو کہ صورتحال کیا ہے؟ نوجوان دوستوں سے کہہ رہا ہوں۔ ماتم کو کبھی فراموش نہ کرنا۔ جب تم ماتم کرتے ہو تو چوٹ یزید کے سینے پر پڑتی ہے۔

واپس چلو آیۂ مبارکہ کی طرف

اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَیَکْشِفُ السُّوْٓءَ۔

تمہاری پریشانیوں کا حل فقط اللہ کے پاس ہے اس سے حل کرواؤ۔ یہ فقط کا لفظ میں نے جان بوجھ کے استعمال کیا ہے۔ فقط اللہ کے پاس ہے اس سے حل کرواؤ۔

اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ۔ مالک فقط تیری عبادت کرتے ہیں مالک فقط تجھ سے مدد چاہتے ہیں۔ پیغمبر اکرمؐ نماز میں یہ آیت پڑھتے تھے یا نہیں کہ مالک فقط تجھ سے۔

خیبر کے انتالیسویں دن پیغمبرؐ نے نماز میں کہا تھا یا نہیں

اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ۔ مالک فقط تجھ سے اور پھر ایک مرتبہ بے اختیار آواز دی

نادِ علیاً مظہر العجائب۔ مدد مانگی اُس سے، مدد کی اِس نے۔

میرے دوستو! اور میرے عزیزو، مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں ہے کہ حفظِ مراتب تسلیم، یعنی مرتبوں کا اختلاف اور مرتبوں کا تفاوت تسلیم۔ مگر جیسا اللہ ویسا محمدؐ اور جیسا محمدؐ ویسا علیؑ۔

اب مجھے پچھلی آیتوں کو relate کرنا ہے۔

یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰهُ النَّبِیَّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ یَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَبِاَیْمَانِهِمْ۔ (سورۂ تحریم آیت ۸)

قیامت میں کوئی آئے گا جو نور والا ہوگا۔

یَوْمَ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ

رک جاؤ اپنے نور میں سے کچھ ہمیں دے دو۔ اس نے کہا: نہیں واپس جاؤ دنیا میں اور جس کو وہاں پیر بنایا تھا اُسی سے نور مانگو۔

دو آیتیں۔ سورۂ نور میں آواز دی:

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِیْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّیٌّ یُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَیْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِیَّةٍ وَّ لَا غَرْبِیَّةٍ ۙ یَّكَادُ زَیْتُهَا یُضِیْٓءُ وَ لَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ ؕ یَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُ (آیت ۳۵)

اب فہرست کو مکمل کرو۔ اللہ نور۔ سورۂ شوریٰ:

مَا كُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْكِتٰبُ وَ لَا الْاِیْمَانُ وَ لٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا (آیت ۵۲)

حبیب! ہم نے کتاب کو بھی نور بنایا۔

اللہ نور، کتاب نور اور ہم نے ایمان کو بھی نور بنایا ہے۔

مِنَ النَّاسِ مَنْ یُّجَادِلُ فِی اللّٰهِ بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّ لَا هُدًی وَّ لَا كِتٰبٍ مُّنِیْرٍ

(سورۂ حج آیت ۸ اور سورۂ لقمان آیت ۲۰) یہ قرآن نور بانٹنے والی کتاب ہے، تو جو نور بانٹ رہی ہے وہ خود نور نہیں ہوگی!؟

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا ۙ وَّ دَاعِیًا اِلَی اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا۔ (سورۂ احزاب آیت ۴۵۔ ۴۶)۔

قرآن کتابِ منیر، محمدؐ سراجِ منیر۔ نور بانٹنے والا۔ کیا بھول گئے اس آیت کو کہ جو نور بانٹ رہا ہو وہ خود بھی تو نور ہوگا نا!

محمدؐ رسول اللہ سراجٍ منیر۔ چراغ۔ یہ چراغ جل رہا ہے یہ روشنی جو ہو رہی ہے۔ اُس زمانے میں موم بتی ہوتی تھی۔ مٹی کا دیا۔ چراغ۔

اچھا تو بھئی محمدؐ رسول اللہ کون ہیں؟ اللہ کا جلایا ہوا چراغ۔

ہم اور آپ اندھیرے میں بیٹھے تھے۔ کسی نے آ کے چراغ روشن کر دیا تو اہلِ بیت میں روشنی آ گئی یا نہیں۔ تو چراغ کا کام ہے روشن کرنا۔ چراغ کا کام یہ نہیں ہے کہ دوسرے کو بھی چراغ بنا دے۔

تم روشنی میں تو آ گئے لیکن چراغ تم جیسا نہیں، تم چراغ جیسے نہیں۔ بھئی! تم جاؤ جہاں چراغ جل رہا ہو اور اپنی انگلی رکھ دو کہ ہم بھی جلنے لگیں۔ رحمت ہونے کے باوجود جلا دے گا۔ کہ تم اپنی حد سے بڑھے ہو۔ تو تمہیں روشن تو کرے گا چراغ۔ اللہ کا چراغ ہے۔ روشنی تو دے گا لیکن تمہیں چراغ نہ بنائے گا نہیں لیکن اگر کوئی چراغ اس سے متصل کر دو۔ جل جائے گا یا نہیں ! تو چراغ سے چراغ جلتا ہے۔ آدمی نہیں ورنہ واقعاً جل جائے گا۔

اچھا تو چراغ سے چراغ ہی جلے گا نا! لیکن ایک چراغ کو اِدھر رکھو دوسرے کو اُدھر رکھو۔ کیا جل جائے گا؟ جب تک درمیان میں فاصلہ ہے نہیں جلے گا۔ چراغ سے چراغ کا بلافصل ہونا ضروری ہے۔

اللہ کے کام نرالے ہیں۔ تم نے کبھی سوچا اس بات کو کہ موسیٰ علیہ السلام بچے تھے اور ان کے سامنے انگارہ اور یاقوت رکھا گیا انگارہ اٹھا کے کھالیا اور ہاتھ جل گیا۔ زبان جل گئی۔ سنا ہوگا تم نے۔ (ایسا کیوں ہوا) اس لیے کہ نبوّت کو بچانا تھا۔ تو عجیب کام ہیں اُس کے۔ کبھی نبوّت کو بچانے کے لیے آگ کو آگ رہنے دے اور کبھی نبوّت کو بچانے کے لیے آگ کو گلزار بنا دے۔ تو اس کے کام نرالے ہیں۔ اُس نے ایک چراغ جلایا۔ حسینؑ نے شبِ عاشور چراغ بجھایا۔

دُنیا کہتی ہے کہ ماتم کیوں کرتے ہو۔ دُنیا کہتی ہے کہ تم شاہراہِ عام پر اپنی

مظلومیت کا اعلان کیوں کرتے ہو۔ سیّد سجادؑ زندگی بھر یہ کہہ کر روتے رہے کہ جھگڑا تھا تو بزرگوں سے تھا۔ یہ میری چھوٹی بہن نے کیا قصور کیا تھا؟ چھوٹے چھوٹے بچے بھی کربلا کے میدان میں تہہ تیغ کر دیئے گئے۔ اب میں کیسے اپنے سننے والوں کی خدمت میں عرض کروں ایک ہی جملہ کہوں گا اور گفتگو تمام ہو جائے گی۔

حسینؑ پشتِ ذوالجناح سے زمین پر آئے۔ زخموں سے جھوم رہے تھے کہ اتنے میں قاتل نے تلوار نکالی حسینؑ کو شہید کرنا چاہا۔ جب شور ہوا تو حسنؑ کا دوسرا بیٹا عبداللہ ابن حسنؑ بھاگتا ہوا اپنے چچا کے پاس آیا۔

تلوار اٹھ چکی تھی اتنا چھوٹا بچہ تھا کہ اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ تلوار ہاتھ پر نہیں روکی جاتی۔ قاتل نے حسینؑ پر تلوار اٹھائی، بچے نے دونوں ہاتھ آگے کر دیئے۔ بچے کے دونوں ہاتھ کٹ گئے۔

بچہ چیخا و اعمّاہ۔ چچا میری مدد کیجیے۔

حسینؑ نے آنکھیں کھولیں کہا: بیٹے تم آ گئے۔ تمہارا ہی انتظار تھا۔

یہ کہہ کر حسینؑ نے بچے کو اپنی گود میں لے لیا۔ اب قاتل چاہتا ہے کہ بچے کو شہید کرے لیکن حسینؑ کی گود میں بچہ چھپا ہوا ہے۔

سنو گے کہ کیسے قتل کیا گیا؟ وہی طریقہ اختیار کیا جو حُرملہ نے اصغرؑ کے لیے کیا تھا۔ تیر کمان میں جوڑا، بچے کے گلے کا نشانہ لیا۔

آخری جملہ۔ جو جملہ اصغرؑ کے لیے ہے وہی جملہ عبداللہ کے لیے کہ تیر گلے پر لگا بچہ امام کے ہاتھوں پہ مُنقلب ہو گیا۔

مجلس ششم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قُلِ ادۡعُوا اللّٰہَ اَوِ ادۡعُوا الرَّحۡمٰنَ ؕ اَیًّامَّا تَدۡعُوۡا فَلَہُ الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰی ۚ وَ لَا تَجۡہَرۡ بِصَلَاتِکَ وَ لَا تُخَافِتۡ بِہَا وَ ابۡتَغِ بَیۡنَ ذٰلِکَ سَبِیۡلًا ﴿۱۱۰﴾ وَ قُلِ الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ لَمۡ یَتَّخِذۡ وَلَدًا وَّ لَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ شَرِیۡکٌ فِی الۡمُلۡکِ وَ لَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَ کَبِّرۡہُ تَکۡبِیۡرًا ﴿۱۱۱﴾

(سورۂ بنی اسرائیل آیت ۱۱۰۔۱۱۱)

عزیزانِ محترم! میزانِ ہدایت اور قرآن کے عنوان سے ہمارا موضوع گفتگو اپنے چھٹے مرحلے میں داخل ہوگیا۔ پروردگار نے پیغمبر اکرمؐ سے ارشاد فرمایا:

قُلِ ادۡعُوا اللّٰہَ حبیب کہہ دو لوگوں سے کہ اللہ کہہ کر پکارو

اَوِ ادۡعُوا الرَّحۡمٰنَ یا رحمٰن کہہ کے پکارو۔

سارے اچھے نام اسی کے لیے ہیں۔ جتنے اچھے نام دنیا میں پائے جاتے ہیں سب اسی کے لیے ہیں۔ یا اللہ کہو یا رحمان کہو کوئی فرق نہیں پڑتا۔

مفسّرین نے اس آیۂ مبارکہ کے ذیل میں یہ واقعہ لکھا ہے کہ پیغمبر اکرمؐ اکثر و بیشتر اوقات، اپنی زندگی کے لمحات میں یا اللہ، یارحمٰن کہا کرتے تھے۔ مشرکین نے اعتراض کیا

کہ یہ مسلمانوں کا رسولؐ ہم سے تو کہتا ہے کہ ایک خدا کو مانو اور وہ خود دو خداؤں کو مانتا ہے۔ ایک اللہ ہے اور ایک رحمان ہے۔ اس کے جواب میں آیت آئی کہ جو اللہ ہے وہی رحمان ہے۔ جو رحمان ہے وہی اللہ ہے۔

پورے قرآن مجید میں لفظِ رحمان ۵۸ مرتبہ استعمال ہوا۔ ایک پورا سورہ۔ سورۂ رحمان کے نام سے قرآن مجید میں موجود ہے اور اس لفظ کی اہمیت کا اندازہ قرآن کی پہلی آیت سے لگایا جاسکتا ہے (یعنی)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ اس میں لفظ اللہ کے فوراً بعد کوئی اور صفت نہیں آئی رحمٰن کی صفت آئی اور سورہ حمد میں یہ لفظ دو مرتبہ استعمال ہوا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۙ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔

رحمٰن اور رحیم کا فرق سمجھ لو۔ اللہ کے بڑے نام ہیں۔ وہ قادر ہے، وہ مرید ہے، وہ رازق ہے، وہ متکلم ہے، وہ خالق ہے، وہ حیّ ہے، وہ رحمان ہے وہ رحیم ہے۔

قادر! تم نے نام نہیں سُنا لوگوں کا؟ ''قادر'' نام ہوسکتا ہے رحیم خود پیغمبر اکرمؐ کے لیے اللہ نے سورۂ توبہ آیت ۱۲۸ میں ارشاد فرمایا۔

وَبِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ رَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ۔ یہ میرا حبیب، یہ آخری نبی یہ مومنین کے لیے رحیم ہے۔ رحیم انسان کو کہا جاسکتا ہے۔ لیکن رحمان مخصوص ہے اللہ کے ساتھ۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۙ الرَّحۡمٰنِ۔

ساری تعریف اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔ کون اللہ جو رحمان ہے۔ یعنی تنہا رب نہیں ہے۔ ربوبیت کے معنی ہر نفس کو اس کی صلاحیت کے مطابق دینا۔

یہ تنہا ربوبیت کا مسئلہ نہیں ہے۔ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ۔ الرحمٰن اس کی ربوبیت رحمانیت کے دائرے میں ہے۔ جس ذرّے کو اپنے وجود اور اپنی ترقی کے لیے جو چیز چاہیے وہی چیز عطا کرتا ہے۔ یعنی ہر ایک کو عطا کیا اس کے مزاج کے مطابق۔

ہر ایک کو دیا اس کی صلاحیت کے مطابق اگر ایک دودھ پینے والے بچے کو روٹی

دے دو خلافِ عدل ہے مر جائے گا۔ کیونکہ روٹی اہم غذا ہے لیکن صلاحیت کے مطابق نہیں ہے۔ اسی طرح اگر جوان کو دودھ کی بوتل دے دو تو یہ بھی خلاف عدل ہے اس لیے کہ اب اسے طاقت چاہیے۔ تو ربوبیت کے معنی رحمانیت کے ساتھ اس کی صلاحیت کے مطابق دینا۔ نہ صلاحیت سے کم دے نہ زیادہ دے۔ آدمؑ کی صلاحیت دیکھی تو علم دے دیا، ابراہیمؑ کی صلاحیت دیکھی خُلّت دے دی۔ رسولؐ کی صلاحیت دیکھی خاتم النبیّین بنا دیا۔ علیؑ کی صلاحیت دیکھی مولا بنا دیا۔

رحمان سمجھ میں آ گیا۔ صلاحیت دیکھ کر عطا کرنے والا۔

الرحمٰن علی العرش استوی رحمٰن عرش پر حاوی ہوگیا، عرش پر محیط ہوگیا۔

کئی مقامات پر یہ آیت ہے۔ میں نے quote کیا ہے سورۂ طٰہٰ سے۔ عرش کا لفظ قران مجید میں ۲۶ مقامات پر استعمال ہوا ہے اس میں سے چار مقامات پر بلقیس کے تخت کے لیے استعمال ہوا۔ تو یار لوگوں نے سمجھا کہ اللہ کے پاس بھی کوئی بلقیس جیسا تخت ہوگا۔ تو عرش کے معنی تخت کر دیئے گئے۔ لیکن اگر میری بات کو یاد رکھ سکو کہ دو لفظ ہیں ایک کُرسی، ایک عرش۔

وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کرسی نام ہے اللہ کی قدرت کا اور عرش نام ہے اللہ کے علم کا۔

اس کی کُرسی پوری کائنات پر محیط ہے۔ اس کا عرش یعنی اس کا علم پوری کائنات پر محیط ہے، یعنی اس بلندی سے دیکھ رہا ہے کہ اب اس کے لیے کوئی شئے غیب نہیں ہے۔ تو جہاں سے ہر شئے نظر آئے، جہاں کوئی شئے غیب نہ رہے، اس جگہ کا نام ہے عرش اور معراج میں میرے محمدؐ کو بلا کر وہیں بٹھایا۔

تو عرش پر پیغمبرؐ کو بٹھایا جہاں سے ایک طرف ماضی نظر آتا ہے اور ایک طرف مستقبل نظر آتا ہے تو پوری کائنات جس طرح اللہ کی نگاہ کے سامنے ہے اسی طرح محمدؐ کی نگاہ کے سامنے ہے۔ اب بھی نہیں مانو گے کہ وہ حاضر ہے اور ناظر ہے۔

سورۂ فرقان ۲۵ واں سورہ قرآن کا اور اس کی ۵۹ ویں آیت۔

الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ اَلرَّحْمٰنُ فَسْئَلْ بِهٖ خَبِیْرًا۔

اللہ وہ ہے جس نے چھ دنوں میں آسمان و زمین کو پیدا کیا۔ یعنی چھ ادوار میں، چھ مدتوں میں۔ اللہ وہ ہے جس نے چھ مدتوں میں آسمان اور زمین اور ان کے درمیان کی چیزوں کو پیدا کیا۔

ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ اَلرَّحْمٰنُ۔ پھر وہ رحمان عرش پر محیط ہو گیا۔

چھ دن میں پیدا کیا اور عرش پر محیط ہو گیا۔ یعنی پوری کائنات اس کے سامنے کھڑی ہوئی تھی۔

فَسْئَلْ بِهٖ خَبِیْرًا۔ اگر یقین نہ ہو تو خبر رکھنے والے سے پوچھو۔ کوئی ایسا خبر رکھنے والا ہے جو آسمان اور زمین کی پیدائش کو دیکھ رہا تھا۔

دیکھو میں نے کوئی حدیث تو نہیں پڑھی تمہارے سامنے میں تو آیات قرآنی کی تلاوت کر رہا ہوں اور آیات قرآنی وہ ہیں جن پر پورا عالمِ اسلام متفق ہے۔ تو ہے کوئی جو آسمان و زمین کی خلقت کو دیکھ رہا تھا۔ یہ ہے سورۂ فرقان۔ اور اب سورۂ کہف اٹھارواں سورہ قرآن کا:

وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَ ذُرِّیَّتَهٗٓ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِیْ (درمیان سے ایک ٹکڑا چھوڑ رہا ہوں) مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ وَ مَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّیْنَ عَضُدًا۔ (آیات ۵۰۔۵۱)

ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو۔ سب نے سجدہ کیا ابلیس نے نہیں کیا وہ فرشتوں میں سے نہیں تھا وہ جن تھا۔

فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ اس نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی۔ (یہاں تک ابلیس کا

بیان ہے اب تم سے خطاب ہے یعنی پوری انسانیت سے)

اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗۤ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ۔ تم ابلیس کو اور اس کی اولاد کو مجھ کو چھوڑ کر اپنا ولی مانتے ہو۔

میں نے لفظی ترجمہ کیا۔ تم ابلیس کو اور اس کی اولاد کو اپنا ولی مانتے ہو۔ قرآن نے کہا کہ ابلیس کی اولاد ہے۔ یعنی ابلیس لاولد نہیں ہے۔

مَاۤ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ میں نے ابلیس اور اس کی اولاد کو آسمان و زمین کی خلقت کا گواہ نہیں بنایا۔ تم انہیں ولی سمجھتے ہو۔ میں نے انہیں آسمان و زمین کی خلقت کا گواہ نہیں بنایا۔ یعنی جو ولی ہو وہی گواہ۔ جو گواہ ہو وہی ولی۔

مَاۤ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ۔ جنہیں تم ولی سمجھتے ہو انہیں آسمان و زمین کی خلقت کا گواہ نہیں بنایا۔ انہیں ان کی خلقت کا گواہ بھی نہیں بنایا۔

وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا۔ یہ ہماری سیرت ہے کہ ہم کبھی گمراہوں کو اپنا مددگار نہیں بناتے۔ ہم کبھی گمراہوں سے مدد نہیں لیتے۔

قیامت تک کے لیے اصول دے دیا کہ اللہ کبھی گمراہ سے مدد نہیں لیتا تو اگر محمدؐ کبھی ابوطالبؑ سے مدد مانگیں!

مَاۤ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ہم نے ابلیس کو آسمان و زمین کی خلقت کا گواہ نہیں بنایا اس لیے کہ وہ ولی نہیں ہے۔ ولی وہ ہے جو آسمان و زمین کی خلقت کا گواہ ہو۔ تو ولی وہ ہوگا جو آسمان و زمین کی خلقت سے پہلے ہو۔ آسمان بعد میں آئے وہ پہلے ہو۔ زمین بعد میں آئے وہ پہلے ہو۔ تو جو زمین سے پہلے آئے گا وہ مٹی کا نہیں ہوگا۔

میں قرآن مجید کی آیتوں کی روشنی میں آگے بڑھ رہا ہوں۔ تو جو زمین سے پہلے آئے وہ مٹی سے نہیں ہوگا۔ اب جو ہو مٹی سے پہلے وہ نور کا ہوگا۔

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ۙ اللہ

آسمان وزمین کا نور ہے۔ (سورۂ نور)

اور اب سورۂ شوریٰ:

مَا كُنْتَ تَدْرِىْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا (آیت ۵۲)

حبیب ہم خود تو نور ہیں مگر ہم نے ایمان کو بھی نور بنایا ہے۔ (اس جملے کو ذہن میں رکھنا کیوں کہ اس سے آگے کام لینا ہے۔)

ایمان نور ہے اور ہم نے کتاب کو بھی نور بنایا ہے۔ قرآن نور ہے، اللہ نور، ایمان نور، قرآن نور۔ تو اب تمہارا کیا خیال ہے کہ جس سینے پر یہ قرآن اترے وہ مٹّی کا ہے!

اس موقع پر مجھے ایک جملہ کہنے کی اجازت دے دو۔ کہتے ہیں کہ ہم بھی مٹّی کے وہ بھی مٹّی کا۔ نعوذ باللّٰہ من ذلک۔ اگر مٹّی کے نہ بنے ہوتے تو مٹّی کے اندر نہ جاتے اور اب نعوذ باللہ یہ جو قبر مطہر ہے اس کے لیے کہا جاتا ہے کہ نعوذ باللہ مٹّی کے تھے، مٹّی میں مل گئے اب مٹّی کا ڈھیر ہے۔ اس میں اب کچھ بھی نہیں ہے، یہی کہا جاتا ہے، تو روایت دوں؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عالمِ اسلام کے جلیل القدر صحابی بھی ہیں اور جلیل القدرِ راوی بھی ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں رسولؐ کی خدمت میں حاضر تھا اور رسولؐ نے ہم سب کو مخاطب کر کے یہ فرمایا کہ سنو! یہ جو آدمؑ کو فرشتوں سے سجدہ کروایا تھا تو مقصود آدمؑ نہیں تھا۔ آدمؑ کو سجدہ نہیں تھا۔

کسی نے پوچھا: پھر رسول اللہؐ یہ سجدہ کس کو تھا۔

فرمایا: ہمارا نور رکھا تھا آدمؑ میں۔ اور اسے سجدہ کروایا وہ سجدہ مٹّی کے پتلے کو نہیں تھا۔ ہمارا نور اس مٹّی کے پتلے میں رکھا گیا اور فرشتوں سے کہا گیا کہ سجدہ کرو۔ تو سجدہ آدمؑ کے پیکر کو نہیں تھا۔ (روایت تمام ہوگئی۔)

اب میں تم سے پوچھنا چاہ رہا ہوں کہ سجدہ کس کو تھا؟ نورِ محمدؐ کو۔

مٹّی میں مل گیا نعوذ باللہ! ... ان کی زبانیں جلتی نہیں ہیں یہ کہتے ہوئے۔ تو اب

میرا جملہ سنو اور اسے یاد رکھو کہ سجدہ کروایا ہے نورِ محمدؐ کو۔ آدمؑ کو نہیں۔ نور محمدؐ کو۔

تو مالک اگر نورِ محمدؐ کو ہی سجدہ کروانا تھا تو آگے رکھتا نورِ محمدؐ کو اور فرشتوں سے کہتا کہ سجدہ کرو۔ یہ مٹّی کے پُتلے میں چھپا کر سجدہ کیوں کروایا؟ کہا کہ بتلانا یہی تھا کہ میرا محمدؐ مٹّی کے اوپر رہے جب بھی محمدؐ ہے مٹّی کے اندر جائے جب بھی محمدؐ ہے۔

میں تو اتحاد بین المسلمین کا قائل ہوں، چلو تھوڑی دیر کے لیے فرض کرلیں کہ وہ مٹّی کا تھا نعوذ باللہ من ذالک بار بار یہ کہہ رہا ہوں اس لیے کہ میرا عقیدہ یہ نہیں ہے۔ میں تو سمجھانے کے لیے یہ جملہ کہہ رہا ہوں۔ چلو فرض کیا کہ جسم محمدؐ مٹّی کا تھا اور جبرئیلؑ نور کا ہے۔ دونوں چلے معراج کی شب میں اور ایک مرحلے پر مٹّی آگے بڑھ گئی نور پیچھے رہ گیا۔ اب میں کیسے اپنے سننے والوں کی خدمت میں عرض کروں۔ جبرئیلؑ کوئی چھوٹی شخصیت نہیں ہے سیّد الملائکہ اور پیغمبر سید الانبیاء۔ وہ فرشتوں کا سردار، یہ نبیوں کا سردار۔ وہ نور کا یہ مٹّی کا! دونوں جارہے ہیں۔ ایک مرحلہ پر جبرئیلؑ رک گئے۔

میرے نبیؐ نے کہا: اخی جبرئیلؑ ساتھ کیوں نہیں آتے؟ آؤ ساتھ آؤ۔

یہ تکلفاً نہیں کہا کہ جناب آپ تشریف لے آیئے۔ میرے نبیؐ کے پاس مصنوعی باتوں کی گنجائش نہیں ہے۔ میرے جملے کو نوٹ کرنا۔ میرے نبیؐ کے پاس مصنوعی باتوں کا وقت نہیں ہے اور اس کا Status بھی نہیں ہے کہ وہ مصنوعی باتیں کرے۔

کہا: اخی جبرئیلؑ ساتھ آؤ

جبرئیلؑ کا جواب بتلانا تھا: اللہ کے رسولؐ میری حد ختم ہوگئی۔ اگر ایک قدم آگے بڑھ جاؤں تو جل جاؤں۔

جبرئیلؑ نے سبق دے دیا کہ اگر حد میں رہو گے تو بچ جاؤ گے۔ حد سے نکلو گے تو جہنمی ہو۔

مصلحت یہی ہے کہ ہر ایک اپنی حد میں رہے۔ ورنہ حد سے بڑھے اور جل گئے۔

اب ہم سمجھا ہی تو سکتے ہیں نا! کسی کو جلنے سے روک تو نہیں سکتے۔

میں ایک جملہ کہنا چاہ رہا ہوں۔ جتنے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین ہیں مکّہ کے ہیں یا مدینہ کے ہیں۔ ایک آدھ کوئی فارس کا ہے، کوئی روم کا ہے کوئی حبش کا ہے۔ جیسے صہیبؓ رومی، سلمانِؓ فارسی، بلالِؓ حبشی، ورنہ تو مکّہ اور مدینہ کے ہی ہیں۔ جبرئیلؑ میرے نبی کا وہ واحد صحابی ہے جو خلاؤں کا بھی صحابی ہے۔

بھئی! سب یا مکّہ میں ساتھ ہوں گے، یا مدینہ میں ساتھ ہوں گے، یا خیبر میں ساتھ ہوں گے یا خندق میں ساتھ ہوں گے یا صلح حدیبیہ میں ساتھ ہوں گے۔ لیکن یہ پہلے آسمان پہ بھی ساتھ، دوسرے آسمان پہ بھی ساتھ ہے۔ چلا جا رہا ہے فضاؤں کا ساتھی ہے۔ کہا: جبرئیلؑ آگے چلو میرے ساتھ۔

کہا: یا رسولؐ اللہ اب آگے نہیں چل سکتا۔ اس لیے کہ آگے جاؤں گا تو جل جاؤں گا۔

یعنی عجیب بات ہے رسولؐ اللہ نے یہ نہیں فرمایا کہ میرے ساتھ ہو جلنے سے بچ جاؤ گے۔ تو ساتھ ہونا نہیں بچایا کرتا۔ اب پھر واپس جاتے ہیں۔ اللہ نور، ایمان نور، اس کی کتاب نور۔ تو اب ایک بات میری یاد رکھنا کہ اگر مٹّی کے پتلے پر قران اتارا جاتا تو اس کا وہی حشر ہوتا:

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ (سورۂ حشر آیت ۲۱) اگر ہم قران کو پہاڑ پر اتار دیں تو پہاڑ ٹوٹ جائیں۔ قران مٹّی کے سینے پر نہیں اُتر سکتا تھا اس لیے سینۂ محمدؐ بھی نور۔

تم تو قران کے استدلال سننے کے عادی ہو۔ میری نہیں مانو گے۔ لیکن قران کی مانو گے نا! آیت پڑھو۔

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ۔ (سورۂ مائدہ آیت ۱۵)

ہم نے تمہارے پاس دو چیزیں بھیجیں۔ ایک کتاب ہے، ایک نور ہے۔

بتلاؤ یہ نور کون ہے؟ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ۔

ہم نے تمہارے درمیان دو چیزیں بھیجی ہیں۔

نُوْرٌ وَّ کِتٰبٌ مُّبِیْنٌ۔ نور سے مراد محمدؐ کتاب سے مراد قران۔

تو ہم نے تمہیں دو چیزیں دی ہیں۔ ایک محمدؐ ایک قران۔ جب بھیجا تو دو چیزوں کی صورت میں بھیجا تو جب رسولؐ جائے گا تو کیا ایک کو چھوڑ کر جائے گا؟

ایک جملہ سنتے جاؤ۔ آدمی تو مرتے ہیں، جو پیدا ہوا ہے وہ مرے گا اس میں دو رائیں نہیں ہیں۔ اور جب مرنے والا مرتا ہے تو ترکہ میں دو چیزیں چھوڑ کے جاتا ہے۔ کچھ وارث ہوتے ہیں، کچھ مال ہوتا ہے۔

عجیب وغریب مرحلۂ فکر ہے۔ ترکہ میں کچھ بولنے والے، کچھ خاموش۔ میرے نبی نے آواز دی: انی تارك فیکم الثقلین کتاب اللّٰہِ و عترتی۔

اب روایت تک بات آگئی ہے۔ میں بہت کم روایات پڑھنے کا عادی ہوں لیکن ایک جملہ سنتے جاؤ۔ دیکھو یہ وہ روایت ہے کہ اگر تم سند مانگو گے اور اس کے راویوں کی لسٹ مانگو گے تو اتنا بڑا ڈھیر ہو جائے گا کہ تم سے اٹھائے نہیں اُٹھے گا۔ سب مانتے ہیں اور اس روایت کو۔ مجھ سے سنتے رہتے ہو ایک مرتبہ اور سن لو۔

انی تارك فیکم الثقلین۔ میں چھوڑ کے جا رہا ہوں۔

میرا ترکہ "فیکم" تم میں۔ کیا چھوڑ کے جا رہا ہوں؟

اللہ کی کتاب: و عترتی اھل بیتی۔

دیکھو 'وَ' کے معنی معلوم ہیں؟ عربی میں وَلَا الضَّآلِّیْنَ۔ 'وَ' کے معنی اور۔

اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَ یُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَ ھُمْ رٰکِعُوْنَ۔ (سورۂ مائدہ آیت ۵۵)

نوجوانوں کو یہ جملہ ہدیہ کر رہا ہوں۔ انی تارك فیکم الثقلین۔ کتاب اللہ و عترتی۔ قران اور عترت کے درمیان میں 'وَ' ہے۔ اللہ کی کتاب اور میری عترت لیکن عترتی و اھلبیتی نہیں ہے۔ میری عترت اور اہل بیت نہیں ہے۔ یعنی جو میری عترت

ہے وہی میرے اہلبیت ہیں۔ اب اہلبیت میں کسی اور طرف نہیں چلے جانا۔

تو اللہ نور، ایمان نور، قران نور، محمدؐ نور۔ یہاں تک تو ہم آ گئے نا! اب سے آگے جانا ہے کہ وہ قران جو پہاڑوں کے پرخچے اڑا دے۔ (سورۂ حشر کی آیت میں پڑھ چکا ہوں کہ اگر قران ان پر نازل ہو جائے تو پہاڑ ٹوٹ پھوٹ جائیں، برباد ہو جائیں۔) اسے میرے محمدؐ کے سینے نے روکا۔ تو قران کو تو قیامت تک جانا ہے۔ محمدؐ رسول اللہ پھر واپس جائیں گے۔ تو ہر زمانہ میں کسی ایسے کی ضرورت ہے یا نہیں جو قران کو اپنے سینے پر روک سکے؟ ایک آیت اور سنتے جاؤ:

فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّ خَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا۔

(سورۂ اعراف آیت ۱۴۳)

جب قوم موسیٰ نے بار بار کہا کہ اپنے رب سے کہو کہ جلوہ دکھلائے۔

آخر میں موسیٰ علیہ السلام نے کوہِ طور پر جا کر عرض کر دی کہ پروردگار یہ مان نہیں رہے ہیں بڑے احمق لوگ ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ تو اپنا جلوہ دکھا دے۔

دیکھو! میرا ایک جملہ سننا اور اسے یاد رکھنا۔ کہتے ہیں کہ یہاں تو نظر نہیں آیا۔ قیامت میں ضرور نظر آئے گا۔ ہے یا نہیں؟ تو میری ایک بات سنو۔ اگر نظر آنا اچھا ہے تو یہاں کیوں نہیں نظر آتا؟ اور اگر نظر آنا بُرا ہے تو نہ یہاں نظر آئے نہ وہاں نظر آئے۔ تو میرے جملے کو یاد رکھنا۔ کبھی نظر نہیں آ سکتا۔ ممکن نہیں ہے۔

اب تمہیں حق ہے نا کہ دلیل مانگو۔ اور میں بغیر دلیل بات کرنے کا عادی نہیں ہوں۔ کم سے کم ایک شرط ہے دیکھے جانے کے لیے..... کہ بہت دور نہ ہو۔ ورنہ آنکھ دیکھ نہیں سکتی۔ بھئی! لاہور بہت دور ہے کیا دیکھ رہے ہو یہاں سے بیٹھے ہوئے۔ تو جو بہت دور ہو نظر نہیں آتا۔ اور بہت نزدیک بھی نہ ہو کہ اگر میں اپنا ہاتھ اپنی آنکھ پر رکھ لوں تو ہاتھ کو دیکھ نہیں سکتا۔ اس لیے کہ وہ آنکھ پہ آ گیا۔

تو دیکھے جانے کے لیے شرط یہ ہے کہ نہ بہت دور ہو نہ بہت نزدیک ہو۔ وہ دور

ایسا کہ خلاؤں میں نہ ملا۔ نزدیک ایسا کہ رگِ گردن کے اندر چھپا ہوا ہے۔

اچھا تو ان لوگوں نے کہا: ہمیں اللہ دکھلاؤ: فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ

جب اللہ نے کوہِ طور پر ایک نور پھینکا تو پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا۔

تو دیکھو اللہ جسم نہیں رکھتا، جسمانیات سے دور ہے۔ جو چیز چمکی وہ کسی جسم میں ہو کے چمکی نا! مجھے کچھ نہیں معلوم کہ کیا چمکا۔ یہ تو قران ہے۔ لیکن مجھے استدلال کرنے کا حق تو حاصل ہے نا! اس سے اگر ثابت ہوجائے کہ کیا چمکا تو اسے مان لو اور اگر ثابت نہ ہو تو نہ ماننا۔

بھئی! اللہ تو نورِ مطلق ہے وہ تو چمک نہیں سکتا۔ تو جو بھی تجلی چمکی وہ کسی جسم میں آئی تو وہ تھا کون؟ مجھے نہیں معلوم۔ لیکن اتنا معلوم ہے کہ اس نے پہاڑ کو توڑ دیا تھا۔ تو جس نے پہاڑ کو توڑ دیا وہ چمکا۔ اب کے مجھے ایک بات پوچھنے دو۔ کعبہ کی دیوار مٹی کی تھی یا پتھر کی؟

تو اب اللہ نور، ایمان نور، قران نور، رسولؐ کی جگہ پہ بیٹھنے والا علیؑ نور۔

حسینؑ کی زیارت میں ایک جملہ ہے: اشهد انك كنت نوراً في الاصلاب شامخة والارحام المطهرة۔ لم تنجسك الجاهلية بانجاسها۔

فرزندِ رسولؐ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نور تھے، نور ہیں، نور رہیں گے۔

بس میرے عزیزو! میری گفتگو اس مرحلے پر ختم ہورہی ہے۔

اشهد انك كنت نوراً في الاصلاب الشامخة والارحام المطهرة۔

آپ کا نور پاکیزہ بلندترین صلبوں سے پاک و پاکیزہ رحموں میں منتقل ہوتا رہا۔

لم تنجسك الجاهلية بانجاسها۔

جاہلیت کی کسی نجاست نے آپ کے نور کو مس نہیں کیا۔

کل بات ہوگی کہ نجاست کیا ہے اور نور کیسے نجاست سے دور رہا۔ اس بات کو اس مرحلہ پر روک رہا ہوں۔ حسینؑ نور صرف یہی نہیں حسینؑ کا بیٹا اکبرؑ نور۔ وقت نہیں ہے ورنہ میں تمہیں اس جملے کو justity کر کے بتلا دیتا۔ یہ جملہ میں نے کیسے کہہ دیا۔ دیکھو

ساری تاریخوں نے لکھا۔ رسولؐ کے دونواسے حسینؑ اور حسنؑ۔

سر سے کمر تک حسینؑ رسولؐ کے مشابہ ہیں۔ کمر سے پنجوں تک حسینؑ رسولؐ کے مشابہ ہیں۔ آدھی مشابہت حسنؑ کے پاس ہے اور آدھی مشابہت حسینؑ کے پاس ہے اور علیؑ اکبر وہ ہے جو پورا شبیہ رسولؐ ہے۔ ایسا لاڈلا کہ ماں کے ہوتے ہوئے شہزادی زینبؑ کے سینے پہ سونے کا عادی تھا۔

بچہ جب تھوڑا سا بڑا ہو گیا تو جھولے میں سونے لگا۔ شہزادی امِ لیلیٰ، اکبرؑ کی ماں کبھی کبھی آدھی رات کو چونک جاتیں اور دیکھتیں کہ اکبرؑ کے جھولے پر کوئی شخص جھکا ہوا ہے۔ گھبرا کے پوچھتیں: کون ہے؟

حسینؑ جواب دیتے: امِ لیلیٰ آہستہ بولو۔ میں حسینؑ ہوں۔

کہتیں: مولا آپ یہاں کیا کر رہے ہیں۔

کہتے: اس بچے کی محبت مجھے سونے نہیں دیتی۔

اب بچہ حسینؑ کے پاس آیا اور کہا: بابا! مجھے جنگ کی اجازت ہے؟

حسینؑ کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے۔ فنظرہ من راسہ اِلیٰ قدمہ۔

حسینؑ نے جواب نہیں دیا۔ سر سے پاؤں تک علی اکبرؑ کو دیکھا اور ٹھنڈی سانس لی اور کہنے لگے: اکبرؑ کاش تمہارے پاس تم جیسا کوئی بیٹا ہوتا اور وہ تم سے مرنے کی اجازت مانگتا تو میں دیکھتا کہ کس دل سے اجازت دیتے ہو۔

اکبرؑ پھر آئے اور اپنا سر اپنے باپ کے قدموں پر رکھ دیا۔ زبان سے کچھ نہ کہا۔ حسینؑ گھبرا کے کھڑے ہو گئے اور کہا: بیٹا اکبرؑ! آج تو تم نے سر رکھ دیا میرے پیروں پر آئندہ ایسا نہ کرنا۔ تمہارا چہرہ میرے نانا کے چہرے سے مشابہ ہے۔

جاؤ بیٹا میں نے تمہیں جنگ کی اجازت دی۔ لیکن جانے سے پہلے ایک وصیّت پوری کرنا چاہتا ہوں۔ چلو میرے ساتھ۔

یہ کہہ کر حسینؑ ابن علیؑ نے جوان بیٹے کا شانہ تھاما۔ اپنے خیمے میں لے گئے۔

وہ صندوق کھولا جس میں رسولؐ کا عمامہ تھا، رسولؐ کی عباء تھی، رسول کی نعلین تھی، رسولؐ کی تلوار تھی۔ اکبرؑ کو سجایا لباسِ رسولؐ سے اور اب کہا:

جاؤ اکبرؑ اپنی ماں سے اجازت لے لو۔ اور دیکھو اکبر! تمہیں پالا ہے تمہاری پھوپھی نے۔ جاؤ پھوپھی سے اجازت لو۔

(میں مقتل سے باہر پڑھنے کا عادی نہیں ہوں جو کتاب میں ہے وہی بیان کرتا ہوں)

اکبرؑ سیدانیوں سے اجازت لینے کے لیے گئے۔ فرداً فرداً الگ الگ خیموں میں جانا ممکن نہیں تھا۔ ساری بیبیاں ایک خیمے میں جمع ہوگئیں۔

اب میں کیسے بتاؤں؟ عباسؑ کیسے خیموں سے رخصت ہوئے کتابوں میں ہے۔ قاسمؑ ماں سے کیسے رخصت ہوئے، کتابوں میں ہے۔ عونؑ ومحمدؑ کیسے رخصت ہوئے، کتابوں میں ہے۔

حسینؑ کی رخصت کتابوں میں ہے اور بڑی تفصیل کے ساتھ ہے لیکن اس شہزادے کی رخصت نہیں ملتی کہ بیبیوں نے اسے کیسے رخصت کیا۔

فقط دو ہی تو جملے ملتے ہیں۔ ایک جملہ یہ کہ جیسے ہی اکبرؑ پھوپھی کے خیمے میں داخل ہوئے ساری سیدانیاں اکبرؑ کو گھیر کر کھڑی ہوگئیں۔ اپنے بال کھول دیئے۔ اور کہا: ارحم غربتنا۔ اکبر ہماری غربت پر رحم کھاؤ۔

دوسرا جملہ سنو گے؟ راوی کہتا ہے کہ جب اکبرؑ خیمے سے نکلنا چاہ رہے تھے تو خیمہ کا پردہ اٹھارہ مرتبہ اٹھا، اٹھارہ مرتبہ گرا۔ راوی کہتا ہے کہ جب اکبرؑ نکلنا چاہتے تھے تو کوئی دامن پکڑ کے کھینچ لیتا تھا۔ شانہ پکڑ کے نہیں دامن پکڑ کے۔

دامن پکڑ کے وہی کھینچے گا جو بچہ ہو آج میری سمجھ میں آ گیا کہ جب اکبرؑ نکلنا چاہتے تھے تو چھوٹی بہن سکینہؑ دامن پکڑ کے کھینچ لیتی تھی کہ بھیا! اکیلا چھوڑ کے کہاں جا رہے ہو۔

مجلس ہفتم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قُلِ ادۡعُوا اللّٰہَ اَوِ ادۡعُوا الرَّحۡمٰنَ ؕ اَیًّامَّا تَدۡعُوۡا فَلَہُ الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰی ۚ وَ لَا تَجۡہَرۡ بِصَلَاتِکَ وَ لَا تُخَافِتۡ بِہَا وَ ابۡتَغِ بَیۡنَ ذٰلِکَ سَبِیۡلًا ﴿۱۱۰﴾ وَ قُلِ الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ لَمۡ یَتَّخِذۡ وَلَدًا وَّ لَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ شَرِیۡکٌ فِی الۡمُلۡکِ وَ لَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَ کَبِّرۡہُ تَکۡبِیۡرًا ﴿۱۱۱﴾

(سورۂ بنی اسرائیل آیت ۱۱۰۔۱۱۱)

عزیزانِ محترم! میزانِ ہدایت اور قران کے عنوان سے یہ ہمارا ساتواں مرحلۂ گفتگو ہے۔ ہدایت کی بنیاد اور اساس یہ ہے کہ انسان اللہ کو پہچان لے۔ اگر انسان کو اللہ کی معرفت نہ ہو تو نہ وہ دنیا میں مہذب زندگی گزار سکتا ہے اور نہ آخرت کا بندوبست کرسکتا ہے۔

پہلی اور بنیادی چیز یہ ہے کہ اللہ پہچانا جائے، رحمٰن پہچانا جائے، رحیم پہچانا جائے۔ رحمت کے لیے عوام الناس کا ایک تصور ہے کہ گناہ کیے جاؤ اللہ غفور و رحیم ہے۔ اب میں پوچھنا یہ چاہ رہا ہوں کہ جب وہ جہنم بنا رہا ہے تھا تو رحیم تھا یا نہیں؟..... وہ رحمان بھی تھا، رحیم بھی تھا اور پھر جہنم بنایا۔ تو رحیم اس کے لیے جو رحمت کا مستحق ہو اور غفور اس کے لیے

جو معرفت کا مستحق ہو۔

معرفت کی بنیاد اللہ کو پہچاننا ہے۔ اگر اللہ پہچان لیا گیا تو باقی ساری معرفتیں آسان ہوجائیں گی۔ یہی سبب ہے کہ ۴۹ مقامات پر پروردگار نے اتقوا کہا۔

یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ۔ (سورۂ بقرہ آیت ۲۷۸)

اے ایمان لانے والو! تقویٰ اختیار کرو۔ تقویٰ کیا ہے؟ عام طور سے ترجمہ کیا جاتا ہے "اللہ سے ڈرنا"

تقویٰ ہے "وقایہ" سے۔ اور وقایہ کے معنی ہیں بچنا۔

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا۔ (سورۂ نحل آیت ۱۲۸)

اللہ ان کے ساتھ ہے جو متقی ہیں۔

هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ (سورۂ بقرہ آیت ۲)۔ یہ کتاب متقین کے لیے ہدایت ہے۔

تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِیْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِیًّا (سورۂ مریم آیت ۶۳)

جنت ہم متقین کو دیں گے۔

تو بھئی یہ متقین ہیں کون؟ جو تقویٰ اختیار کریں۔ تقویٰ ہے "وقایہ" سے اور وقایہ کے معنی ہیں بچنا۔ تو اب ترجمہ کیا ہوگا۔ یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ۔

اے ایمان لانے والو! اللہ سے بچو۔

میاں نماز پڑھتے ہیں اللہ سے قریب ہونے کے لیے، روزے رکھتے ہیں اللہ سے قریب ہونے کے لیے۔ سارے اعمال کر رہے ہیں اللہ سے قریب ہونے کے لیے۔ یہ کیا حکم آ گیا کہ اللہ سے بچو۔ تو مطلب سمجھے اللہ کے غضب سے بچو۔

اچھا اللہ کے غضب سے بچنے کا طریقہ کیا ہے؟ بات ذرا سطح عمومی سے بلند ہے۔ اس کے غضب سے کیسے بچیں؟ جو کہے کہ کرو۔ اسے کرو۔ جس سے منع کرے اس سے رک جاؤ۔ کیسے پتہ کہ وہ کیا کہتا ہے اور کیسے پتہ کہ وہ کس چیز سے منع کرتا ہے۔ اب یہاں سے میرا محمدؐ داخل ہوا۔

ہدایت کی پہلی میزان تھی قرآن۔ دوسری میزان میرا نبیؐ۔

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ٘ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ یُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَ یُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓىٕثَ وَیَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْ ؕ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤ ۙ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (سورۂ اعراف آیت ۱۵۷)۔

اللہ کے غضب سے بچنے کا طریقہ کیا ہے؟ جو اوامر ہیں انہیں کرو۔ جو نواہی ہیں مت کرو۔ اب یہاں سے شریعت کا کردار سامنے آیا کہ جب تک شریعت سامنے نہ ہو نہ ہم امر کو سمجھ سکتے ہیں اور نہ ہی کو سمجھ سکتے ہیں۔ اب شریعت لائے کون؟

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ۔ ہم نے محمدؐ کو بھیجا۔ کام سنو!

یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وہ اچھائیوں کا حکم دے گا۔

وَ یَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ برائیوں سے روکے گا

وَ یُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وہ پاکیزہ چیزوں کو حلال کرے گا۔

وَ یُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓىٕثَ اور خبیث چیزوں کو حرام کرے گا۔

بھئی! میں زور دے رہا ہوں۔ میرا نبیؐ جسے کہہ دے کہ حلال وہ حلال۔ جسے کہہ دے حرام وہ حرام۔ یعنی حق شریعت دے دیا اللہ نے۔

حلال محمد حلال الی یوم القیامۃ و حرام محمد حرام الی یوم القیامۃ۔ محمدؐ جسے حلال کر دے وہ قیامت تک حلال ہے اور محمدؐ جسے حرام کر دے وہ قیامت تک حرام ہے۔ تو اگر مسلمان رہنا چاہتے ہو تو محمدؐ کے حلال کو حرام نہ کرنا اور محمدؐ کے حرام کو حلال نہ کرنا۔

"یحل" وہ حلال کرے گا۔ دیکھو دوسرے انبیاء میں اور میرے نبی میں فرق سمجھ لو۔ میرا نبیؐ پاکیزہ چیزوں کو حلال کرے گا۔ خبیث چیزوں کو حرام کرے گا۔

''یُحِلُّ'' اللہ حلال نہیں کرے گا، نبی حلال کرے گا۔

''یُحَرِّمُ'' اللہ حرام نہیں کرے گا نبیؐ حرام کرے گا۔

مین نے کبھی کہا تھا لیکن سلسلہ کلام کو متصل کرنے کے لیے وقت لے رہا ہوں۔

شَرَعَ لَکُمْ مِّنَ الدِّیْنِ مَا وَصّٰی بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ وَمَا وَصَّیْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِیْمَ وَ مُوْسٰی وَعِیْسٰٓی اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِیْهِ۔ (سورہ شوریٰ آیت ۱۳)

ہم نے نوحؑ کو شریعت دی وصیّت کے ذریعے۔ ہم نے ابراہیمؑ کو شریعت دی وصیت کے ذریعے۔ ہم موسیٰؑ کو شریعت دی وصیّت کے ذریعے۔ ہم نے عیسیٰؑ کو شریعت دی وصیّت کے ذریعے۔

وَّالَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ اور حبیب ہم نے تجھے شریعت دی وحی کے ذریعے۔

بھئی! فرق کیا ہوگیا؟ سارے انبیاء کو شریعت ملی وصیّت کے ذریعے۔ میرے نبی کی شریعت ملی وحی کے ذریعے۔ وصیّت کے معنیٰ: ھوالبیان الواضح

کھول کھول کے بتا دیا یہ وصیّت ہے اور وحی کے معنیٰ ہیں اشارہ۔

سب کو شریعت ملی تحریر کے ذریعے اور میرا محمدؐ قدم رکھتا جائے شریعت بنتی جائے۔ جو کہے وہ کرو۔ اس کا مطلب ہے کہ اس کے عمل سے اللہ راضی ہے۔ جس سے روکے اس سے رک جاؤ کہ اس عمل سے اللہ ناراض ہے۔

دنیا کی سب سے بڑی نعمت ہے جنّت۔ اور دنیا کی سب سے بڑی مصیبت ہے جہنم۔ اس میں کوئی دو رائیں تو نہیں ہیں۔ لیکن ایک چیز جنّت سے بھی بڑی ہے۔ میں اپنی طرف سے کوئی چیز کہوں تو قبول نہ کرنا لیکن اگر قرآن کہے تو مان لینا۔

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ۔

پیروی کرو میرے رسولؐ کی، پیروی کرو میری اُمّی کی، پیروی کرو میرے نبیؐ کی۔

رسولؐ جو پیغام پہنچائے، نبی جو پیغام لائے، اُمّی جسے لکھنا پڑھنا نہ آئے۔

یہ ترجمہ میں نے نہیں کیا۔ جو ترجمے اس وقت available ہیں ان میں تمہیں یہی لکھا ہوا نظر آئے گا۔ کہ اُمّی وہ جسے نہ لکھنا آئے نہ پڑھنا آئے۔ اس سے آگے آیت کیا ہے؟ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ساری اچھائیوں کا حکم دے گا۔

وَ یَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ ساری برائیوں سے روکے گا

وَ یُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ ساری پاک چیزوں کو حلال کردے گا۔

وَ یُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ ساری خبیث چیزوں کو حرام کرے گا۔

ساری اچھائیاں جانتا ہے تب تو حکم دے گا! ساری برائیاں جانتا ہے تب تو منع کرے گا۔ سارے خبیث جانتا ہے تب تو حرام کرے گا۔ سارے طیّب جانتا ہے تب تو حلال کرے گا۔ تو اتنی بات تو طے ہوگئی کہ اُمّی کے معنی کچھ ہوں جاہل کے نہیں ہیں۔

اب آج سے نہیں کہنا کہ اسے لکھنا نہیں آتا تھا۔ اسے پڑھنا نہیں آتا تھا ورنہ میں مطالبہ کردوں گا کہ اسے اگر لکھنا نہیں آتا تو جب قلم مانگے تو دے دینا۔

میں پھر واپس آؤں گا اس آیۂ مبارکہ کی طرف۔ لیکن ابھی واپس چلو۔ دنیا کی سب سے بڑی نعمت جنّت، دنیا کی سب سے بڑی مصیبت جُہنم۔ لیکن جنّت سے بڑی ایک نعمت ہے اور اسی کو تمہارے سامنے ہدیہ کرنا چاہ رہا ہوں۔ پروردگار نے قران میں آواز دی: وَ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ (سورۂ توبہ آیت ۷۲)

اللہ کی مرضی سب سے بڑی ہے۔

دنیا کی سب سے بڑی نعمت جنّت ہے۔ لیکن اللہ کہتا ہے کہ جنّت سے بھی بڑی ایک شئے ہے اور وہ ہے میری مرضی۔ وہ جنّت سے بڑی ہے۔

بھئی! میں کیسے اپنے سننے والوں کی خدمت میں عرض کروں کہ جنت چھوٹی ہے اُس کی مرضی بڑی ہے۔ علیؑ نے زندگی میں ایک سجدہ جنت کے لیے نہیں کیا۔

وَ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ۔ جنّت سے بڑی ہے اللہ کی مرضی۔ اور دلیل۔ علیؑ نے زندگی میں ایک سجدہ جنّت کے لیے نہیں کیا۔ علیؑ تیار نہیں ہیں کہ میں ایک سجدہ بھی جنّت کو

دے دوں۔

ماعبدتک طمعاً لجنتک: پروردگار! جو سجدے کر رہا ہوں وہ تیری جنّت کے شوق میں نہیں۔

توعلیؑ نے جنّت ٹھکرا دی لیکن مرضی لینے کے لیے نفس کو بیچا یا نہیں؟

کل شب میں جامعہ سبطین میں ایک جملہ کہہ کے آ رہا ہوں: وَ مِنَ النَّاسِ مَنۡ یَّشۡرِیۡ نَفۡسَهُ ابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ رَءُوۡفٌۢ بِالۡعِبَادِ (سورۂ بقرہ آیۃ ۲۰۷)

بندوں میں ایک بندہ ہے جس نے نفس بیچا مرضی لی۔ نفس ادھر گیا مرضی ادھر آ ئی۔ تو اب اگر کوئی چاہتا ہے کہ اللہ اس سے راضی ہو جائے تو پہلے اِسے راضی کرے ورنہ اللہ راضی نہیں ہوگا۔

شعیب بخاری صاحب تشریف فرما ہیں۔ فرمائیے کیا انتظامات ہیں نو محرم اور عاشور کے لئے۔ فرما رہے ہیں کہ ہم بالکل آپ کے ساتھ ہیں اور آپ میں شامل ہیں اور آپ کو follow کرتے ہیں۔ Follow جانتے ہو؟ اتباع۔ تو بھئی یہ ہمارا اتباع کریں، ہم علیؑ کا اتباع کریں، علیؑ محمدؐ کا اتباع کریں، محمدؐ خدا کا اتباع کریں۔

اب ہم پھر اس موضوع کی طرف جاتے ہیں جسے ہم نے چھوڑا تھا۔

اللہ کے غضب سے بچو۔ ترجمہ ہی یہی ہے۔ معنی یہ ہیں کہ اللہ کی مرضی حاصل کرو۔ تو کیسے حاصل کریں اللہ کی مرضی کو؟ اور کیسے معلوم کریں کہ اللہ چاہتا کیا ہے اور اللہ روکتا کس سے ہے۔

تو ایک آئیڈیل ہو ''رضا'' کے لیے اور ایک آئیڈیل ہو ''غضب'' کے لیے۔

دیکھو اللہ کے دو مزاج۔ میرے پاس لفظ نہیں ہے۔ مزاج تو انسانوں کا ہوتا ہے۔ مزاج مخلوقات کا ہوتا ہے۔ لیکن میرے پاس کیونکہ لفظ نہیں ہے ہاں قرآن نے ایک لفظ دیا ہے: کُلَّ یَوۡمٍ هُوَ فِیۡ شَاۡنٍ (سورۂ رحمٰن آیت ۲۹)۔

ہر روز اس کا ایک نیا مزاج ہے۔ شان۔ تو اللہ کے دو مزاج ایک رضا کا مزاج اور

ایک غضب کا مزاج۔ کہیں وہ خوش ہوتا ہے، کہیں وہ غضبناک ہوتا ہے۔ تو مالک کیسے پتہ کہ تو کیسے خوش ہوا؟

کہا: مرضی تو اسے دے دی۔ اب یہ جس سے خوش ہوجائے اس سے میں خوش۔

تو مالک یہ بھی بتلا دے کہ غضبناک کس سے ہوتا ہے؟

کہا: میرے رسولؐ سے پوچھو صحیح حدیث کی کتاب کی صحیح حدیث۔ میرے نبی نے کہا: فاطمة بضعة منی۔ فاطمہؑ میرا ٹکڑا ہے۔

من اغضبها فقد اغضبنی فمن اغضبنی فقد اغضب الله۔

میرے نبیؐ نے اصول دے دیا کہ فاطمہؑ میرا ٹکڑا ہے جو اسے ناراض کرے اس نے مجھے ناراض کیا اور جس نے مجھے ناراض کیا اس نے اللہ کو ناراض کیا۔

پہچانتے ہو اس بی بی کو۔ فاطمة بضعة منی۔ فاطمہؑ میرا ٹکڑا ہے۔

اکثر لوگ ترجمہ یوں کرتے ہیں کہ فاطمہؑ میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔ یہاں جگر کا لفظ نہیں ہے۔ فاطمہؑ میرا ٹکڑا ہے اور محمدؐ ہیں کون؟

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ (سورۂ آلِ عمران آیت ۱۴۴)

محمدؐ فقط رسول ہے۔ تو فاطمہؑ جسم کا ٹکڑا نہیں ہے رسالت کا ٹکڑا ہے۔

فاطمة بضعة مِنّی۔ من ابغضها فقد ابغضنی ومن ابغضنی فقد ابغض الله۔ جس نے اسے ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا اور جس نے مجھے ناراض کیا اس نے اللہ کو ناراض کیا۔

بھئی یہی تو سبب ہے۔ جب میرا پیغمبرؐ معراج پر گیا تو تمام پیغمبروں پہ وحی آئی کہ اُٹھو اور میرے نبیؐ کا احترام کرو۔ جو جہاں عبادت میں مصروف تھا اس کو حکم آیا اللہ کا کہ کھڑے ہوجاؤ میرے نبیؐ کی سواری آنے والی ہے۔

سارے نبیؐ کھڑے ہوگئے۔ حکم آیا کہ قطار بناؤ۔ میرے نبیؐ کی سواری تمہارے درمیان سے گزرے گی۔ تم سلام کرتے جاؤ میرا پیغمبر جواب دیتا جائے گا۔

سارے پیغمبر دو رویہ کھڑے ہیں ناقۂ نور پر میرا پیغمبر سوار ہے اور ناقۂ نور کو تھامے ہوئے جبرئیلؑ آگے آگے چل رہے ہیں۔ آدمؑ کھڑے ہوئے محمدؐ کے لیے۔ نوحؑ کھڑے ہوئے محمدؐ کے لیے۔ ابراہیمؑ کھڑے ہوئے محمدؐ کے لیے، موسیٰؑ کھڑے ہوئے محمدؐ کے لیے۔ عیسیٰؑ کھڑے ہوئے محمدؐ کے لیے۔ یہ سب کھڑے ہیں محمدؐ کے لیے اور محمدؐ کھڑا ہے فاطمہؑ کے لیے۔

شاید کہ اتر جائے ترے دل میں میری بات

اگر بات قابل قبول ہو تو اسے تسلیم کرلینا۔ میرا نبی نور کے ناقہ پہ سوار ہے۔ ظاہر ہے کہ ناقہ کی لگام بھی نور ہی کی ہے اس لیے کہ تھامے ہوئے جبرئیلؑ چل رہے ہیں۔ انبیاء دائیں بائیں صفیں بنائے ہوئے کھڑے ہیں۔ سلام کرتے جاتے ہیں اور میرا نبیؐ انہیں جواب دیتا جاتا ہے۔ جب پوری صف مکمل ہوگئی تو ایک مرتبہ سارے نبیوں نے بالاتفاق پروردگار سے کہا کہ مالک آج ہم چاہتے ہیں کہ تیرے حبیب کے چہرے کی زیارت کریں۔

نبیوں کی خواہش ہے کہ رُوئے محمدؐ کی زیارت کریں تو جس نے رُوئے محمدؐ کو دیکھا ہوگا وہ کتنا بلند ہوگا؟ مجھے معاف کر دینا میں ایک جملہ کہنا چاہ رہا ہوں۔ تم تک جو دین آیا ہے وہ ان ہی لوگوں سے آیا ہے جنہوں نے رُوئے محمدؐ کی زیارت کی تھی۔ (میں آف دی ریکارڈ بول رہا ہوں اور مجھے پوری توقع ہے کہ message تم تک پہنچ جائے گا)

تم تک دین کیسے آیا۔ تمہارے باپ نے دیا۔ اچھا اُن تک دین کیسے آیا اُن کے باپ نے دیا۔ اور اوپر چلو۔ انہیں کس نے دین دیا۔ ان کے باپ نے۔ ہوتے ہوتے تمہارا سلسلہ کسی نہ کسی صحابی پہ جاکے رک جائے گا۔

قدر کرو صحابیت کی۔ یہی تو message ہے آج کا۔

اچھا اب خواتین سے پوچھتا ہوں۔ بیبیو! تمہیں کس نے دین دیا؟ ان کی ماں نے دیا۔ انہیں کس نے دیا ان کی ماں نے دیا۔ انہیں ان کی ماں نے۔ ہوتے ہوتے کسی

زوجہ تک بات نکل گئی۔ ام المومنین پر۔ رسولؐ کی کوئی بھی زوجہ اس نے دین دیا۔ تو یا دین ملا صحابہ کرام سے یا دین ملا نبیؐ کی ازواج سے۔ لیکن اب مجھے ایک بات کہنے دو۔

نبیؐ نے جو باہر کہا وہ صحابہ کو معلوم ہے۔ جو اندر کہا وہ نہیں معلوم۔ اور رسولؐ نے جو اندر کہا وہ ازواج کو معلوم ہے صحابہ کو نہیں معلوم تو آدھا دین اِن کے پاس، آدھا دین اُن کے پاس۔ بس ہم نے ایسا کیا کہ ایک ایسا دروازہ تلاش کر لیا جو گھر کے اندر بھی جاتا ہے گھر کے باہر بھی۔

یہ message لے کے جاؤ کہ آج تم رسولؐ کا کلام سن رہے ہو تمہیں ثواب حاصل ہوگا۔ آج تم رسولؐ کا تذکرہ سن رہے ہو تمہیں ثواب حاصل ہو رہا ہے۔ تو وہ جنہوں نے رُوئے رسولؐ کی زیارت کی، وہ جو پہلوئے رسولؐ میں بیٹھے، وہ جو رسولؐ کے ساتھ چلے، وہ جنہوں نے لب ہائے مبارک سے نکلنے والے کلمات سنے وہ کتنے بلند ہوں گے!

شانہ سے شانہ ملا کر بیٹھنے والے کتنے بلند ہوں گے؟ لیکن میری ایک نصیحت۔ شانے سے شانہ ملانے والے اور ہیں۔ شانہ پہ کھڑا ہونے والا اور ہے۔

سارے انبیاء نے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی کہ ہماری تمنا ہے کہ ہم تیرے نبیؐ کی زیارت کریں۔ پروردگار اسے حکم دے کہ وہ نقابِ نور کو اپنے چہرے سے اُلٹ دے۔ میرے نبیؐ نے چہرے سے نقابِ نور الٹی اور سارے پیغمبروں نے چہرے کی زیارت کی۔ تفسیر البیان۔ امامِ ثعلبی رحمتہ اللہ علیہ کی بڑی مشہور تفسیر ہے۔ ان کا تعلق میرے مسلک سے نہیں ہے۔

دیکھو میں سیکنڈ ہینڈ انفارمیشن دینے کا عادی نہیں ہوں کہ کہیں سے سن کے دے دوں۔ کتاب میں نے منگوائی اور منگوا کے حوالہ دیکھا اور اب اس حوالے کو نوٹ کرو۔ آٹھویں جلد۔ دو الگ الگ واقعے ہیں ایک سورۂ زخرف کے ذیل میں نقل ہوا ہے اور ایک سورۂ والنجم کے ذیل میں نقل ہوا ہے۔ دونوں کو ملا کے بیان کر رہا ہوں۔ تفسیر میرے پاس موجود ہے۔ دیکھنا چاہو دکھلا دوں گا۔ جب سارے نبیوں نے پیغمبر اکرمؐ کے چہرے

کی زیارت کرلی تو ایک مرتبہ وحی آئی۔ پیغمبرؐ پوچھو ہم نے انہیں کن شرطوں پر نبوّت دی ہے۔ رسولؐ اللہ نے پوچھا: پیغمبروں بتلاؤ۔

ایک لاکھ تیئیس ہزار نوسو ناوے نبیؐ سامنے کھڑے ہیں اور یہ نبیؐ الگ کھڑا ہے اور وہ پوچھ رہا ہے کہ وہ شرط کیا تھی جس پر تمہیں نبوت دی گئی؟ تو کہا: یا رسول اللہؐ پہلی شرط یہ تھی الاقرار بالربوبیه ۔ہم لا اله الا الله کا اقرار کریں۔

کہا: دوسری شرط کیا تھی؟

کہا: دوسری شرط یہ تھی کہ ہم آپ کی نبوّت کا اقرار کریں۔

کہا: تیسری شرط کیا تھی؟

کہا: یارسولؐ اللہ تیسری شرط یہ تھی کہ آپ کے بھائی علیؑ کی ولایت کا اقرار کریں۔

میاں سننا اور میرے جملے کو یاد رکھنا۔ دیکھنا ایک لفظ ہے ایمان اور ایک لفظ ہے اقرار۔ ایمان کے معنی دل سے ماننا۔ اقرار کے معنی زبان سے کہنا۔ تو جب اللہ نے کہا ہوگا میری توحید کا اقرار کرو تو نبیوں نے کہا ہوگا نا: لا اله اِلا الله۔

اور جب اللہ نے کہا ہوگا: میرے نبیؐ کی نبوت کا اقرار کرو تو نبیوں نے کہا ہوگا نا: محمد رسول الله اور جب کہا ہوگا: علی کی ولایت کا اقرار کرو۔

تو نبیوں نے کہا ہوگا نا: علیؑ ولی اللہ۔

میں اپنے موضوع سے تھوڑا سا ہٹ گیا ہوں مجھے معاف کر دینا۔ کبھی کبھی مصالح بھی مُقتضی ہوتے ہیں اور جب مصالح مُقتضی ہوجائیں تو اب یہ جملہ سنو۔ اقرار کرو۔ ایمان تو ہے اقرار کرو۔ تو جب اقرار کیا ہوگا تو کہا ہوگا: لا اله الا الله۔

جب اقرار کیا ہوگا تو کہا ہوگا: محمد رسول الله۔

جب اقرار کیا ہوگا تو کہا ہوگا: علیٌّ ولی الله۔

ہم سے پوچھتے ہیں کہ یہ تیسرا کلمہ بڑھایا کب سے؟

ہم کہتے ہیں کہ تم نے گھٹایا کب سے۔ یہ تو نبیوں کے زمانے سے چلا آ رہا ہے۔

اب پچھلی تقریر سے یہاں گفتگو مسلسل ہو رہی ہے۔

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ۡ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ

یہاں تک میرے نبیؐ کے فضائل بیان کیے قرآن نے

اور اب ہدایت کی دوسری میزان (پہلی میزان قرآن ہے)

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ (سورۂ اعراف آیت ۱۵۷) میرے محمدؐ پر ایمان لاؤ جنت دوں گا۔

توسب ایمان رکھتے ہیں مالک دیدے جنت۔ کہا: نہیں دوسری شرط سنو۔

"عَزَّرُوْهُ"۔ میرے محمدؐ کی عزت بھی کرنا

بھئی یہ عجیب حکم ہے۔ پہلا حکم تھا ایمان لاؤ لے آئے۔ اب کہہ رہا ہے: عزت بھی کرو۔ تو جس پر ایمان لاؤ گے اس کی عزت تمہارے دل میں نہیں ہے؟ مجھے بتلائے یہ ہزاروں کا مجمع کہ ایمان ہے محمدؐ پر تو کیا عزّت نہیں ہے؟... ہے۔

بھئی! ایمان بھی ہے عزّت بھی ہے۔ تو یہ الگ سے کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ محمدؐ پر ایمان لاؤ اور محمدؐ کی عزّت بھی کرو۔ تو بتلانا یہ تھا کہ ایسے ایمان لانے والے بھی ہوں گے جو ہم جیسا سمجھ رہے ہوں گے۔

اب شرطیں بڑھتی جا رہی ہیں۔ مالک ایمان بھی لے آئے عزّت بھی کر رہے ہیں اب جنّت دیدے کہا؟ نہیں اب تیسری شرط سنو۔

"وَنَصَرُوْهُ" جب پکارے تو آجانا۔

مالک ہم ایمان بھی لے آئے، تیرے نبیؐ کی عزت بھی کی اور وعدہ کرتے ہیں کہ تیرے نبیؐ نے جب پکارا ہم جائیں گے۔ نماز کے لیے پکارے ہم جائیں گے، روزہ کے لیے پکارے ہم جائیں گے، حج کے لیے پکارے ہم جائیں گے۔ مالک ہم سارے "اوامر" کی اطاعت کریں گے۔ سارے "نواہی" سے رکیں گے۔

نبیؐ نے جب بھی پکارا ہم اپنے عمل سے اس کی نصرت کریں گے۔ اب تو جنّت دیدے۔ اب تو تینوں شرطیں مکمل ہوگئیں۔ ایمان لے آئے۔ عزّت کرلی، مدد کا وعدہ کرتے ہیں۔ کہا: نہیں۔ اب آخری شرط سنو۔ اس کے بغیر تمہارا ایمان قبول نہیں ہوگا۔ واتبعوا نور الذی انزل معه محمدؐ کے ساتھ اس نور کی بھی مانو جو محمدؐ کے ساتھ دنیا میں آیا تھا۔

اب میں کیسے اپنے سننے والوں کی خدمت میں یہ message پہنچاؤں کہ کوئی نور ہے جو میرے محمدؐ کے ساتھ آیا ہے۔ دیکھو پچھلے سال چوتھی اور پانچویں محرم کو میں نے ''معه'' تمہیں سمجھایا تھا۔ محمد رسول الله والذین معه۔

محمدؐ اللہ کے رسولؐ ہیں اور کچھ لوگ ہیں جو ''معہ'' اس کے ساتھ ہیں۔

یہ دوسری آیت: واتبعوا نور الذی انزل معه

اس نور کی بھی پیروی کرو جو اس کے ساتھ آیا ہے۔

مفسرین نے سوچے بغیر لکھ دیا کہ اس نور سے مراد قران ہے۔

اب تم سے بہتر کون جانے گا۔ ایک آیت سن لو:

اِنَّآ اَنۡزَلۡنَآ اِلَیۡكَ الۡكِتٰبَ (سورۃ نساء آیت ۱۰۵)

حبیب! یہ قران ہم نے تیری طرف نازل کیا

هُوَ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ عَلَیۡكَ الۡكِتٰبَ (سورۃ آل عمران آیت ۷)

حبیب! یہ کتاب ہم نے تیرے اوپر اتاری تو قران ساتھ نہیں اترا اوپر اترا ہے۔

تو قران محمدؐ رسول اللہ کے ساتھ نہیں اترا محمدؐ رسول اللہ کے اوپر اترا ہے اور یہ ہے کوئی جو محمدؐ رسول اللہ کے ساتھ آیا ہے۔ تم پہچانتے ہو اور میں اس کا نام نہیں لوں گا۔ اب ایک آیت سنو اور ایک روایت سنو لیکن فہرست کو ذہن میں تازہ کرو۔

اَللّٰهُ نُوۡرُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ۔ اللہ آسمان اور زمین کا نور ہے۔

قَدۡ جَآءَكُمۡ نُوۡرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِیۡنٌ ہم نے محمدؐ کو نور بنایا　　اللہ نور، محمدؐ نور۔

مَا كُنْتَ تَدْرِىْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا ۔ (سورۂ شوریٰ آیت ۵۲)

کتاب نور ایمان نور ... اللہ نور، محمدؐ نور، کتاب (قرآن) نور، ایمان نور۔

قرآن نے کہا: ایمان نور

اور میرے محمدؐ نے کہا: برز الایمان کله الیٰ کفر کله ۔

مَا كُنْتَ تَدْرِىْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا ۔

کتاب بھی نور ہے ایمان بھی نور ہے اور خندق کے میدان میں جب علیؑ جانے لگے تو میرے نبیؐ نے آواز دی: برز الایمان کله۔

اب مولانا فیروز الدین رحمانی کو بھی تو ایک جملہ ہدیہ کروں۔ یہ وضع داری کے خلاف ہے جب قبلہ تشریف لاتے ہیں تو میں ایک جملہ انہیں ہدیہ کرتا ہوں۔ آج بغیر ہدیہ کے چلے جائیں گے تو مناسب نہیں نا!

برز الایمان کله۔ پورا ایمان گیا کچھ بچا نہیں اس لیے کہ:

كُلٌّ فِىْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ (سورۂ الانبیاء آیت ۳۳) سارے سیارے آسمانوں میں حرکت کر رہے ہیں۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ۔ (سورۂ آل عمران آیت ۱۸۵) ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔

وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا ۔ (سورۂ نحل آیت ۸۴) ہم قیامت میں ہر نبی کو اس کی قوم کا گواہ بنائیں گے۔

یہ تم دیکھتے جا رہے ہو ... كُلُّ شَىْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ (سورۂ القصص آیت ۸۸)

"ہر شئے کو ہلاکت ہے، سوائے اللہ کے چہرے کے" اس کو ہلاکت نہیں ہوگی۔

تو یہ "کُل" کی قوت دیکھ رہے ہو نا!

وَكُلَّ شَىْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِىْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ۔ (سورۂ یٰسین آیت ۱۲) سنتے جا رہے ہو نا.....

يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ (سورۂ اسرا آیت ۷۱) اللہ جہاں کُل کہہ دے

وہاں کُل۔

اور اب میرا محمدؐ۔ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحٰى۔ (سورۂ نجم آیت ۳)

وہ خواہش سے نہیں بولتا جب بولتا ہے تو وحی الٰہی سے۔ وہ کہہ رہا ہے پورا ایمان گیا۔

یہاں تک آ گئے تو میرا جی چاہتا ہے کہ ایک جملہ کہوں اور بات مکمل ہو جائے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالْعَصْرِ ۝ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ ۝ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

گھاٹے سے بچاؤں گا جو ایمان لائے اور عمل صالح کرے۔ وہی تقویٰ جن چیزوں کا میں نے تذکرہ کیا، ایمان ماننا۔ عمل اعضا و جوارح سے کرنا۔

بھئی یہی ہے نا! جسے دلؒ سے مانو وہ ہے اصولِ دین۔ جسے جسم سے انجام دو وہ ہے فروعِ دین۔ اب ایمان کہو، عقیدہ کہو، اصولِ دین کہو۔ چیز ایک ہے۔

تقویٰ کہو، شریعت کہو، عملِ صالح کہو، فروعِ دین کہو یہ ایک ہی چیز ہے۔

اب یہاں تک آ گئے ہو تو ایک جملہ سنو! دیکھو۔ بدر، احد، خندق، خیبر ان جنگوں کو تلوار کی کاٹ نہ سمجھنا، یہ عقیدہ کی کاٹ ہیں۔ ایمان اصولِ دین۔ عمل فروعِ دین، میں لفظ پھر بدل رہا ہوں۔ ایمان اصول دین، عبادت فروعِ دین۔

دیکھئے Controversial روایات پڑھنے کا عادی نہیں ہوں۔ اگر حوالہ مانگو گے تو میں کتابوں کے ڈھیر لگا دوں گا۔ دنیا کے جتنے مسلمان ہیں ہر مسلک کی کتابوں میں یہ روایت موجود ہے۔ دونوں روایتیں مولانا گواہ ہیں آپ سے محشر میں بھی گواہی دلواؤں گا اللہ ان کے سائے کو قائم رکھے۔

جب علیؑ خندق میں جا رہے تھے۔ تو میرے نبیؐ نے کہا:

برز الایمان کله الیٰ کفر کله۔

پورا ایمان پورے کفر کے مقابلے میں گیا۔ اور جب واپس پلٹے مرحب کا سر لے کر تو میرے نبیؐ نے آواز دی: ضربت علي يوم الخندق افضل من عبادة الثقلين۔

آج کے دن کی علیؑ کی ایک ضربت ثقلین کی عبادت سے افضل ہے۔

ایمان کہتے ہیں اصولِ دین کو، عبادت کہتے ہیں فروع دین کو۔ بتلا دیا کہ اصول دین بھی یہی ہے۔ فروعِ دین بھی یہی ہے۔

سمجھ میں آ گیا اصول دین اور سمجھ میں آ گیا فروعِ دین؟ کربلا کی جنگ فروعِ دین کی جنگ نہیں ہے اصولِ دین کی جنگ ہے۔

نمازیں دونوں لشکروں میں تھیں۔ تلاوتِ قرآن دونوں لشکروں میں تھی۔ تو جنگ فروع دین کی نہیں ہے۔ جنگ اصول دین کی ہے اور ایسی جنگ جس میں سب سے چھوٹا سپاہی چھ مہینے کا ہے۔ اس سے بڑا سپاہی تقریباً دس برس کا ہے عبداللہ ابن حسنؑ جس کا پرسوں میں نے تذکرہ کیا۔ اس سے بڑا سپاہی شاید پورے تیرہ برس کی عمر بھی نہیں تھی قاسمؑ ابن حسنؑ۔

دیکھو کربلا کے واقعات پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان کتابوں کا نام ہوتا ہے ''مقتل''۔ اور مقاتل فقط آلِ محمدؐ کے چاہنے والوں نے نہیں لکھے، عالمِ اسلام کے بڑے بڑے علماء نے لکھے۔ بہت کتابیں میری نگاہ میں ہیں۔

شبِ عاشور جب حسین ابن علیؑ نے دیا بجھایا اور پھر روشن کیا تو لوگ بیٹھے رہے۔

کہا: ہم نے دیا بجھا دیا تھا تم گئے کیوں نہیں؟

ایک بوڑھا سپاہی اٹھا۔ ۸۶ برس کا بوڑھا اور کہنے لگا: حسینؑ جن کی ماؤں نے ہم کو اس لیے پیدا کیا کہ ہم تم پر اپنی گردن کو نثار کر دیں ان سے کہہ رہے ہو کہ ہم گئے کیوں نہیں۔

حسینؑ نے مسلمؑ ابن اوسجہ کی تعریف کی پھر حسینؑ نے وہ محضر نکالا جو نانا رسولؐ اللہ دے گئے تھے کہ حسینؑ تمہارے ساتھ فلاں شہید ہوگا، فلاں شہید ہوگا، فلاں شہید ہوگا۔

پوری فہرست تھی حسینؑ کے پاس اور دی ہوئی تھی حسینؑ کے نانا کی۔

بہت سے نام حسینؑ نے پڑھ کے سنا دیئے کہ کل فلاں فلاں شہید ہوگا۔ تیرہ برس کا

بچہ قاسمؑ بیٹھا ہوا تھا۔ وہ گھٹنیوں کے بل اُٹھا اور کہنے لگا: چچا! کیا میرا نام محضر میں نہیں ہے؟

حسینؑ نے براہِ راست جواب نہیں دیا کہا: بیٹا تو اپنی بات کرتا ہے اس محضر میں تو تیرے چھوٹے بھائی علی اصغرؑ کا بھی نام ہے۔

بنی ہاشم کی غیرت دیکھو۔ بچے نے جب سنا کہ علی اصغرؑ کا بھی نام ہے تو کہا:

چچا! کیا یہ اشقیاء خیموں میں داخل ہو جائیں گے؟ یہ ہے غیرت بنی ہاشم کی۔

کہا: قاسم میں اس بچے کو پانی پلانے کے لیے لے جاؤں گا اور جواب میں تیرِ ظلم آئے گا۔ اور وہ بچہ شہید ہوگا۔

عاشور کا دن آیا۔ عباسؑ کے بھائی گئے۔ عباسؑ کا بیٹا گیا۔ عونؑ و محمدؑ گئے اور ہر مرتبہ یہ بچہ اپنے چچا کا طواف کرتا تھا۔ مُنہ سے کچھ نہیں کہتا تھا۔ ہوتا ہے نا چھوٹے بچوں کا طریقہ وہ اپنے آپ کو اظہار کرتے ہیں۔ تو وہ بچہ اظہار کر رہا تھا کہ چچا کسی طرح سے اجازت دے دیں۔ لیکن جب اجازت نہ ملی تو ایک مرتبہ دونوں ہاتھ جوڑے اور کہا:

چچا جان! مجھے اجازت ہے؟

گھور کے حسینؑ نے قاسمؑ کو دیکھا اور کہا: قاسمؑ تم میرے بڑے بھائی کی نشانی ہو۔ تمھیں کیسے اجازت دے دوں۔ تمھیں اجازت نہ دوں گا (یہ لفظ ہیں مقتل میں)

بچے کا دل بھر آیا۔ بچہ پلٹا۔ اچھا چھوٹے بچوں کا مزاج سمجھنے کی کوشش کرو۔

بچے کو کوئی بات اچھی نہیں لگی۔ دل اُمنڈ آیا ہے اب اگر کوئی بزرگ پوچھ لے تو فوراً رو دے گا۔

بچے کو اجازت نہیں ملی تو پلٹا۔ اپنی ماں کے پاس آیا۔ ماں نے جو چہرہ سُرخ دیکھا تو کہا: قاسم بیٹے کیا ہو گیا؟

اب رویا ہے بچہ۔ ایک مرتبہ امِ فروہؑ نے کہا: بیٹے میں تجھے اجازت دلواؤں گی۔ برقعہ اوڑھا باہر نکلی بچے کا ہاتھ تھامے ہوئے۔

حسینؑ دور بیٹھے ہوئے تھے کہا:

عباسؑ! تمہاری زندگی میں کوئی خاتون باہر نکل آئی۔

آئیں اور کہا: حسینؑ بیوہ بھابھی کا ہدیہ قبول کرو۔

حسینؑ سر کو جھکائے خاموش ہیں۔ جواب نہیں دیتے۔ اتنے میں بچے کو یاد آ گیا کہ میرے باپ نے ایک تعویز باندھا تھا۔ تعویز کھولا: یہ حسنؑ ابن علیؑ کی وصیت ہے اپنے بیٹے قاسم کے نام کہ بیٹا ایک دن وہ آئے گا کہ سارا زمانہ تمہارے چچا حسینؑ کے خون کا پیاسا ہو جائے گا۔ تو بیٹے قاسم تو میری جان ہے، حسینؑ فاطمہؑ زہرا کی جان ہے۔ اپنی جان کو فاطمہؑ کی جان پر قربان کر دینا۔

بچّے نے تعویز چچا کی خدمت میں پیش کیا: چچا اب تو آپ اجازت دیں گے؟

بچے کو اجازت ملی۔ چھوٹا بچہ ہے خود سے گھوڑے پر سوار نہیں ہو سکتا۔ حسینؑ نے شانہ تھام کے سوار کرایا۔ بچہ میدان میں آیا۔ گھوڑے سے زمین پر آیا۔ راوی کہتا ہے کہ جب بھی کوئی شہید گرا ہے تو اس نے ایک مرتبہ یا دو مرتبہ حسینؑ کو پکارا ہے۔

لیکن تاریخ کربلا میں دو شہید ایسے ہیں جو بار بار حسینؑ کو پکارتے تھے۔

اکبرؑ نے پکارا: بابا۔ بابا......

قاسمؑ نے پکارا: چچا۔ چچا۔

بھئی یہ ہوا کیا؟ ... تو اکبرؑ کو جب تلواریں پڑتی تھیں تو بابا، بابا کہہ کر پکارتا تھا۔

قاسمؑ پر جب گھوڑوں کی ٹاپیں پڑتی تھیں تو پکارتا تھا:

چچا میری مدد کو آؤ۔ چچا میری مدد کو آؤ۔

مجلس ہشتم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قُلِ ادۡعُوا اللّٰہَ اَوِ ادۡعُوا الرَّحۡمٰنَ ؕ اَیًّامَّا تَدۡعُوۡا فَلَہُ الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰی ۚ وَ لَا تَجۡہَرۡ بِصَلَاتِکَ وَ لَا تُخَافِتۡ بِہَا وَ ابۡتَغِ بَیۡنَ ذٰلِکَ سَبِیۡلًا ﴿۱۱۰﴾ وَ قُلِ الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ لَمۡ یَتَّخِذۡ وَلَدًا وَّ لَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ شَرِیۡکٌ فِی الۡمُلۡکِ وَ لَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَ کَبِّرۡہُ تَکۡبِیۡرًا ﴿۱۱۱﴾

(سورۂ بنی اسرائیل آیت ۱۱۰۔۱۱۱)

عزیزانِ محترم! میزانِ ہدایت اور قرآن کے عنوان سے ہمارا سلسلۂ گفتگو اپنے اختتامی مرحلوں سے قریب ہوگیا۔ یہ اس سلسلۂ گفتگو کا آٹھواں مرحلہ ہے۔

قُلِ ادۡعُوا اللّٰہَ حبیب لوگوں سے کہہ دے کہ تم اللہ کہہ کر پکارو

اَوِ ادۡعُوا الرَّحۡمٰنَ یا رحمٰن کہہ کے پکارو

اَیًّامَّا تَدۡعُوۡا کسی بھی نام سے پکارو سارے اچھے نام اسی کے ہیں اور حبیب اپنی نماز بہت بلند آواز سے نہ پڑھو۔ اپنی نماز بہت آہستہ نہ پڑھو۔

وَ ابۡتَغِ بَیۡنَ ذٰلِکَ سَبِیۡلًا۔ ان دونوں کے درمیان ایک درمیانی راستہ نکال لو۔ یعنی صرف زندگی ہی میں عدل نہیں بلکہ نماز میں بھی عدل۔

وَقُلِ اور حبیب کہہ دے ساری دنیا کے سامنے کہہ دے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا ساری تعریف مخصوص ہے اللہ کے لیے۔ یہ اللہ کون ہے

الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا جس نے اپنے لیے کوئی بیٹا منتخب نہیں کیا

وَّلَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ اور کوئی حاکمیت میں اس کا شریک نہیں ہے

وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ اور وہ کمزور نہیں ہے کہ کمزوری کے سہارے کے لیے کسی کو اپنا دوست بنائے۔

وَكَبِّرْهُ تَكْبِیْرًا اور حبیب اس کی بڑائی کا اعلان کرو۔

اللہ اکبر اس کی بڑائی کا اعلان۔

كَبِّرْهُ اس کی بڑائی کا اعلان کر حبیب۔

تَكْبِیْرًا جو حق ہے اس کی بڑائی کے اعلان کا۔

سنو پورے قرآن میں لفظِ اللہ ۹۸۰ جگہوں پر آیا۔ پورے قرآن میں اللہ کا لفظ ہے ۹۸۰ مقامات پر[1]

اور ''اکبر'' کا لفظ ہے ۲۳ مقامات پر مگر ''اللہ اکبر'' پورے قرآن میں کہیں نہیں ہے۔

پوچھنے والے ہم سے پوچھتے ہیں کہ ماتم قرآن میں دکھاؤ۔ بھئی! ''اللہ اکبر'' تو دکھاؤ۔

''اللہ اکبر'' کہیں قرآن میں نہیں ہے یہ میرے محمدؐ نے دیا تو محمدؐ سے ہٹ کر تنہا کتاب کافی نہیں ہے میرے نبیؐ نے ''اللہ اکبر'' دیا اور پوری امّت نے اسے تسلیم کیا۔

''اللہ اکبر'' نماز کا آغاز ہے۔ ''اللہ اکبر'' مسلمانوں کا نعرہ ہے۔ وہ رزم ہو یا بزم مسلمانوں کا نعرہ ''اللہ اکبر'' ہے۔ یاد رکھو گے میرے ایک جملے کو۔ جنگوں میں اللہ اکبر! مسلمانوں کا شعار ہے۔ یعنی عجیب بات ہے سلام جو پڑھ رہے تھے اشرف عباس اس کے حوالے سے ایک جملہ کہوں گا اس کے بعد آگے بڑھ جاؤں گا۔ دیکھو خیبر میں علم دیا تھا ''کراری'' کی بنیاد پر اور کیا کہہ کر پکارا تھا؟..... یا علیؑ۔ یا علیؑ۔ یا علیؑ۔

---

[1] اصل میں اللہ کا لفظ قرآن مجید میں دو ہزار چھ سو ستانوے (۲۶۹۷) بار آیا ہے۔

تین مرتبہ یا علیؑ کہا رسولؐ نے خیبر کے میدان میں۔ اور جب علیؑ کو علم دے دیا اور علیؑ میدان میں گئے اور انہوں نے نعرہ مارا تو اللہ اکبر کہا۔ تو میرے نبیؐ کا نعرہ۔ یا علیؑ۔ میرے علیؑ کا نعرہ۔ اللہ اکبر۔

اس مجمع میں کوئی نوجوان کھڑا ہوکر بتلا دے کہ اللہ اکبر کے کیا معنی ہیں اللہ سب سے بڑا ہے؟ میاں یہی تو شرک ہے۔

مثلاً یہ مکان اس مکان سے بڑا ہے۔ یعنی بڑائی اس میں بھی ہے بڑائی اُس میں بھی ہے۔ تو اگر دماغ میں یہ ہے کہ اللہ سب سے بڑا ہے تو دوسرے بھی تو بڑے ہیں نا! حالانکہ اُس کے مقابلے میں سب ذلیل۔ ہر تخت والا، ہر حکومت والا، ہر اقتدار والا، ہر عسکر و لشکر والا، ہر دولت والا اس کے مقابلے میں ذلیل۔ تو بڑا کوئی نہیں ہے۔ تو اب یہ ترجمہ کیا ہوا کہ اللہ سب سے بڑا ہے تو کیا تم اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہو جو کہہ رہے ہو سب سے بڑا ہے؟ خدا کی قسم یاد رکھو کہ اگر تم نے یہ سوچ کر اللہ اکبر کہا کہ اللہ فلاں سے بڑا ہے، فلاں سے بڑا ہے، فلاں سے بڑا ہے تو موازنہ ہوگیا اور جہاں موازنہ ہوگیا وہ شرک ہے تو اب معصوم بتلائے کہ اللہ اکبر کا ترجمہ کیا ہے۔

میرے امام نے کہا: اللہ اکبر من ان یوصف۔ اللہ ہر تعریف سے بڑا ہے۔ تو جب ہر تعریف سے بڑا ہے تو ہر تعریف اسی کے لیے ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

عجیب بات ہے کہ سورۂ بنی اسرائیل سترھواں سورہ ہے اور سورۂ کہف اٹھارواں سورہ ہے۔ سورۂ بنی اسرائیل ختم ہوا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا اور سورہ کہف شروع ہوا: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ۔

حمد ہے اس اللہ کے لیے جس نے اپنے بندے محمدؐ پر کتاب کو نازل کیا۔

تو ایک سورہ حمد پہ ختم ہوتا ہے اور دوسرا سورہ حمد سے شروع ہوتا ہے۔ اور قرآن کا آغاز۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۔ ساری تعریف اللہ کے لیے ہے اللہ کسے کہتے ہیں؟ جس میں سارے

کمالات جمع ہوں اس کا نام ہے اللہ۔

لفظوں کو سمجھ لو پھر تمہیں قرآن فہمی کا ایک رخ دکھلا دوں۔ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کے معنی۔ نعمتیں دینے والا۔ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کے معنی دنیا میں نعمتیں دے رہا ہے آخرت میں بخشے گا۔ مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ کے معنی۔ قیامت کا مالک ہے غضبناک ہوگا جہنم میں پھینکے گا، خوش ہوگا جنّت میں بھیجے۔

ہم اپنے معاشرے میں تعریف کرتے ہیں چار بنیادوں پر۔ کمال دیکھ کے تعریف کرتے ہیں کہ کیا اچھی عمارت ہے۔ کیا اچھا مکان، کیا اچھا انسان ہے۔ کیا اچھا شعر ہے۔ کیا اچھی تقریر ہے۔ جہاں کمال دیکھا وہاں تعریف کی۔ پہلا طریقہ تعریف کا کیا ہے کہ کمال دیکھو تعریف کرو۔

دوسرا طریقہ تعریف کا کیا ہے کہ نعمت لو تو تعریف کرو کہ کتنا اچھا انسان ہے کہ اس نے نعمت دی۔ نعمت کی اگر توقع ہو کہ دے گا پھر بھی تعریف کرو اور اگر ڈر رہے ہو تو پھر بھی تعریف کرو۔ تو چار ہی طریقے ہیں تعریف کے۔ کمال دیکھو تو تعریف کرو۔ نعمت ملے تو تعریف کرو۔ نعمت کی توقع ہو تو تعریف کرو۔ خوف ہو تو تعریف کر کے اسے راضی کرو۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ۔ اللہ کمال والا ہے۔ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ نعمت دینے والا ہے۔

الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ قیامت میں بخشنے والا ہے۔

مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ ڈر ہے کہ کہیں جہنم میں پھینک نہ دے۔

ساری تعریف اللہ کے لیے ہے۔ الوہیت، ربوبیت، رحمانیت، رحیمیت، مالکیت۔ جب پانچوں صفتیں اس ایک میں جمع ہیں تو اب بندگی کس کی ہو؟

اِیَّاكَ نَعْبُدُ۔

پروردگار نے آواز دی: وَ قَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاهُ۔ (سورۂ بنی اسرائیل آیت ۲۳)

ہم نے فیصلہ کر دیا ہے کہ ہمارے علاوہ کسی کی عبادت نہیں ہوگی۔

اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ ذہن میں رکھنا۔
مالک عبادت صرف تیری اور مالک مدد صرف تجھ سے۔ کسی اور سے نہیں۔
(منبر سے کہہ رہا ہوں) میرے اس جملے پر ناراض ہو رہے ہو۔ اب میں کیا کروں کہ یہ میری مجبوری ہے اس لیے کہ میں عربی جانتا ہوں۔ ترجمہ یہی ہے۔
اِیَّاکَ نَعۡبُدُ۔ مالک عبادت صرف تیری
وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ۔ مالک مدد صرف تجھ سے۔
ان دو جملوں کو ذہن میں رکھنا۔ وَ قَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِیَّاہُ
خدا نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اس کے علاوہ کسی کی عبادت نہیں کرو گے۔
سورۂ ذاریات۔ وَ مَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَ الۡاِنۡسَ اِلَّا لِیَعۡبُدُوۡنِ (آیت ۵۶)
ہم نے جنوں کو اور انسانوں کو فقط اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا۔

عبادت کسی اور کی نہیں ہوگی۔
آیتیں میرے پاس بہت ہیں لیکن ان دو آیتوں پر اکتفا کر رہا ہوں۔
اِیَّاکَ نَعۡبُدُ کو حل کرنا ہے۔ اب ہم نے کائنات کی سب سے بڑی عبادت نماز شروع کی۔ وضو کیا اور نماز کے لئے مصلّے پر آئے اور اذان کہی۔
چار مرتبہ کہا: اللہ اکبر۔ دو مرتبہ کہا: اشھد ان لا الہ الا اللہ۔
پھر دو مرتبہ کہا: اشھد ان محمد رسول اللہ۔ عبادت اللہ کی اس میں ذکر محمدؐ۔
اب اذان کے بعد ہم اقامت میں آئے تو اشھد ان لا الہ الا اللہ اور اس کے بعد اشھد ان محمد رسول اللہ پھر نماز پڑھتے پڑھتے التحیات پر پہنچے جسے تم تشہد کہتے ہو۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و اشھد ان محمداً عبدہ و رسولہ۔
نماز اللہ کی۔ اذان میں ذکر محمدؐ، اقامت میں ذکرِ محمدؐ، تشہد میں ذکرِ محمدؐ اور تشہد ختم ہوا۔
اللّٰھم صلِ علیٰ محمد و آلِ محمد۔ اب محمدؐ کے ساتھ آل محمدؑ بھی آ گئے۔ اب ذرا سا اور آگے بڑھو۔ السلام علیك ایھا النبی و رحمة اللہ و برکاتہ۔

اے نبی آپ پر سلام ہو۔ وہ غائب آپ حاضر۔
تو گزارش اتنی ہے کہ نماز میں حاضر ناظر مانتے ہو تقریر میں بھی تو حاضر ناظر مانا کرو۔
وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ۔ اللہ کا فیصلہ کہ عبادت صرف اس کی ہوگی کسی اور کی نہیں ہوگی۔ تو میں یہ نہیں کہہ رہا ہوں کہ عبادت محمدؐ کی۔ نہیں۔ عبادت اللہ کی ذکر محمدؐ کا۔
اِيَّاكَ نَعْبُدُ میں محمدؐ آ گئے یا نہیں اور اب : اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔ مدد اللہ سے مگر وسیلہ محمدؐ کا۔
اب میرے نبیؐ کی ایک روایت سنو! دیکھو میں بار بار یہ کہہ رہا ہوں کہ میں Controversial روایات پڑھنے کا عادی نہیں ہوں کہ ایک مانے اور دوسرا نہ مانے۔ جو سب مانیں وہ میں پڑھتا ہوں۔ تو عبادت اللہ کی۔
وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ۔ فیصلہ ہے اللہ کا کہ اس کے علاوہ کسی کی عبادت نہیں کرو گے۔

اب میں کیا کروں کہ میرے نبیؐ نے کہا: ذكرُ عليٍ عبادة۔ علیؑ کا ذکر عبادت ہے، دیکھنا عبادت ہے، دل میں محبت رکھنا عبادت ہے۔
تین روایتیں ہیں میرے نبیؐ کی۔ ایک روایت حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔ ایک روایت حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے اور ایک روایت حضرت ابو ہریرہ سے ہے۔
عجیب بات ہے النظرُ الیٰ وجه علی عبادة۔ علیؑ کے چہرے کو دیکھنا عبادت ہے۔ ثواب نہیں عبادت ہے۔ علیؑ کا ذکر کرنا عبادت ہے، علیؑ کی محبت دل میں رکھنا عبادت ہے۔ علیؑ کو دیکھنا عبادت ہے۔ بھئی! یہ عبادت کیسے بن گیا؟ ..... کوئی بندہ ہو تو ایسا کہ دیکھو اسے سجھو اُسے۔
ایسا ہو تو رسولؐ کہے کہ یاعلی انت قسیم الجنة و النار۔ علیؑ تو اب بانٹے گا (جنّت)۔
کل کی تقریر سے میری گفتگو متصل ہوئی۔ علیؑ ایک سجدہ دینے کو تیار نہیں ہے جنّت کے لیے۔ لیکن پورا نفس بیچ رہے ہیں مرضی الٰہی کے بدلے۔ تو علیؑ کو جنّت چاہیے نہیں

کیونکہ نہ جنّت کا شوق ہے نہ جہنم کا خوف ہے۔ تو اب کروں کیا؟ بٹواوں گا تجھ سے۔
اب ایک جملہ سنتے جاؤ۔ اللہ نے جنّت بنائی ہے۔ بنانے والا کوئی اور نہیں ہے۔ دیگا اطاعتِ محمدؐ پر۔ دیکھو محمدؐ رسول اللہ سے ہٹ کر کوئی جنّت نہیں ہے۔ خدا کی قسم کوئی جنت نہیں ہے۔
تو بنائی اللہ نے، دے گا رسولؐ کی اطاعت پر۔ بٹوائے گا علیؑ سے۔ یہ تینوں باتیں ذہن میں رہیں گی۔ تو پروردگار! تُو نے بنائی ہے خود بانٹ دے!
کہا: میں ہوں رب العالمین۔ قیامت کے دن دنیا کے سارے مذہب میری جان کو آ جائیں گے۔ ہندو کہے گا: رام مجھے دیدے۔
عیسائی کہے گا: God مجھے دیدے۔ پارسی کہے گا: خدا مجھے دیدے۔
مسلمان کہے گا: اللہ مجھے دیدے۔ تو میں کس کس کو دیتا پھروں گا۔ دینی ایک کو ہے اور سارے مذاہب دنیا کے میری جان کو آ جائیں گے کہ ہمیں دیدے۔

تو پروردگار! اپنے محمدؐ سے بٹوا دے۔ تو کہا: میں رب العالمین ہوں۔ میرا رسولؐ رحمت اللعالمین ہے۔ بہتّر (۷۲) کے بہتّر (۷۲) فرقے اس کی جان کو آ جائیں گے اور دامن تھام کے کہیں گے: یا رسولؐ اللہ ہمیں دے دیجیے۔ وہ بھی آ جائیں گے جو دنیا میں کہا کرتے تھے۔ یا رسولؐ اللہ مت کہو بدعت ہے۔
وہ بھی کہیں گے: یا رسولؐ اللہ ہمیں دے دیجیے یا رسولؐ اللہ ہمیں دے دیجیے۔
دینی ایک کو ہے تو ایسے سے بٹواؤں گا جہاں کافر تو کافر ہے منافق بھی اندر داخل نہ ہو سکے۔
امام علی ابن موسیٰ الرضا علیہ الصلوٰۃ و السلام کی خدمت میں ایک شخص آیا۔ (میں بہت کم اپنے مسلک کی روایتیں بیان کرنے کا عادی ہوں مگر اب آ گئی ہے درمیان میں تو سنتے جاؤ) یہ طوس کا واقعہ ہے؟
کہنے لگا: فرزندِ رسول۔ یہ کیا بات ہے؟ یاعلی انت قسیم الجنۃ و النار۔ یا علیؑ تم جنّت اور جہنم کے تقسیم کرنے والے ہو۔

اِس کا مطلب کیا ہے؟

معصومؑ نے کہا: یہ تو میرے جد کا جملہ ہے۔ مطلب تو وہ بتائیں گے۔

کہا: فرزندِ رسولؐ مطلب تو آپ ہی بتلائیں گے۔

کہا: سوال کیا ہے؟

کہا: جنّت اور جہنم تو بٹے ہوئے ہیں۔ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ (سورۂ شوریٰ آیت ۷) کافر جہنم میں جائے گا اور مومن جنّت میں جائے گا۔

بھئی! بٹے ہوئے ہیں یا نہیں؟ آج تم فیصلہ کر کے کہہ سکتے ہو ڈنکے کی چوٹ پر کہ کافر جہنمی ہے، مومن جنّتی ہے۔ تو علیؑ کون سا کمال کریں گے؟

معصومؑ نے جواب دیا اور جو جواب دیا وہ فقط میری کتاب میں نہیں ہے۔ صحیح مسلم میں بھی ہے۔ صحیح کتابوں کی فہرست میں دوسرے نمبر کی کتاب۔

معصوم نے کہا: رسولؐ نے علیؑ کو تقسیم کرنے والا بتلا کر علیؑ کو جنّت اور جہنم کی میزان بنایا ہے۔ اس لیے کہ رسولؐ نے کہا تھا:

یاعلی حُبّك ایمان و بغضك کفر و النفاق۔

یاعلیؑ تیری محبت ایمان ہے تیری دشمنی کفر ہے۔ تو ایسے بانٹا کہ مومن جنت میں جائے گا جو منافق ہے وہ جہنم میں جائے گا۔

ہدایت کی تیسری میزان سمجھ میں آئی۔ پہلی قران، دوسری محمدؐ رسول اللہ۔

تیسری میزان علیؑ ابن ابی طالبؑ۔ اب آیا ہوں میں ایمان پر۔

تو جو مومن ہے وہ جنّتی جو کافر ہے وہ جہنمی مومن کون؟...... کل کی آیت فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ (سورۂ اعراف آیت ۱۵۷) جو میرے محمدؐ پہ ایمان لائے وہ مومن، جو میرے محمدؐ کی عزت کرے وہ مومن، جو میرے محمدؐ کی نصرت کرے وہ مومن، جو محمدؐ کے ساتھ آنے والے نور کی پیروی کرے وہ مومن۔ یہ مثبت حکم ہے۔ اور اب دو منفی حکم سناؤں گا۔

انما المومنون الذین آمنوا باللّٰہ و رسولہ۔

(یہ ٹکڑا قرآن مجید میں دو مقامات پر ہے سورۂ نور اور سورۂ حجرات)

"انّما" کے معنی تو جانتے ہونا! میں نے بار بار مجلسوں میں "انما" کے معنی بتلائے ہیں۔ بس اور بس! کلمۂ حصر ہے۔ لیکن آج میں "انمّا" کے ایک نئے معنی بتلا رہا ہوں۔ اور جاؤ عربی کی کتابوں میں دیکھ لینا۔

اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ (سورۂ مائدہ آیت ۹۰)

شراب، جوا وغیرہ نجس ہیں۔ جیسے یہ نجس ہیں ایسی نجس چیز کوئی نہیں ہے۔

یہ ہے "انمّا" کا ترجمہ۔ "انمّا" کا مطلب سمجھو کہ چیزوں میں جیسی یہ چیزیں نجس ہیں ایسی کوئی چیز نجس نہیں ہے۔

سورۂ توبہ میں آواز دی: اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ۔ (آیت ۲۸)

جیسا نجس مشرک ہے ویسا کوئی اور نجس نہیں ہے۔ "انمّا" کے معنی سمجھ گئے۔

اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (سورہ کہف آیت ۱۱۰) جیسا میں بشر ویسا کوئی اور بشر نہیں۔

اب ایک اور off the record جملہ سنتے جاؤ۔ آج فیصلہ ہو جائے۔ میرے بھی کان پک گئے سنتے سنتے کہ محمدؐ رسولؐ اللہ بشر تھے نبیؐ بنا دیا۔ کہتے ہیں کہ بشر تھے۔ عبداللہؑ اور آمنہؑ کی نسل سے تھے۔ ان سے پیدا ہوئے بشر تھے نبیؐ بنا دیا۔

اب میرے جملے کو یاد رکھنا۔

اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ (سورہ ص آیت ۷۱) پہلا بشر کون ہے آدمؑ ہے سب کو معلوم ہے۔ اس میں دو رائیں تو نہیں ہیں.....

اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ۔ میں مٹی سے ایک بشر بنانے والا ہوں اور وہ ہوگا آدمؑ۔

تو آدمؑ بنے ہیں پہلے بشر۔ اور میرے نبی نے کہا:

کنت نبیاً و آدم بین الماۗء و الطین۔

میں اس وقت نبی تھا کہ ابھی آدمؑ بنے نہیں تھے۔

جب آدمؑ بنیں گے تو بشر آئے گا۔ محمدؐ رسول اللہ بشر کے آنے سے پہلے نبی تھا۔ تو یہ نہ کہنا کہ اللہ نے بشر کو نبی بنا دیا نہیں نبی کو بشر بنا دیا۔

"انما" کا کمال دیکھ رہے ہو۔

اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ۔

یہ شراب جوا وغیرہ یہ جیسے نجس ہیں ویسی کوئی چیز نجس نہیں ہے۔

اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ۔ جیسا مشرک نجس ہے ویسی نجس کوئی شخصیت نہیں ہے۔

اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ۔ جیسا بشر میں ہوں ویسا بشر کوئی نہیں ہے۔

انما ولیکم اللہ و رسولہ والذین آمنوا۔ تمہارے ولی تین ہیں۔

اللہ ہے، رسول ہے، رکوع میں انگوٹھی دینے والا ہے۔ جیسے ولی یہ ہیں ویسا کوئی نہیں ہے۔

"انما" کی Force دیکھو۔

انمایرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت۔

جیسے یہ پاک ہیں ایسا پاک کوئی نہیں ہے۔

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت۔

اللہ کا ارادہ یہ ہے کہ رجس کو تم سے دور رکھے۔

تو جیسے پاک یہ ہیں ویسا پاک کوئی نہیں ہے۔ یعنی انبیاء کمالِ طہارت پر ہیں۔ لیکن ان جیسے نہیں ہیں تو جب پاک لوگ ان کا مقابلہ نہ کرسکے تو نجس کو کہاں ان کے سامنے لاتے ہو؟

"انمّا" کی طاقت سمجھ میں آ گئی؟ جیسے پاک یہ ہیں ایسا پاک کوئی نہیں ہے۔

اب ایک روایت تمہیں بتلا رہا ہوں۔ یہ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں لکھی اور ابوعبداللہ حاکمِ نیشاپوری رحمتہ اللہ نے اپنی مستدرک میں لکھی اور ان دونوں بزرگوں کا تعلق میرے مسلک

سے نہیں ہے لیکن یہ عالم اسلام کے سر کا تاج ہیں۔ میرے بھی سر کا تاج ہیں۔ ایک نے تفسیر لکھی ایک نے حدیث کی کتاب لکھی۔

حضرتِ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ام المومنین فرماتی ہیں کہ ایک دن نبیؐ میرے حجرے میں آئے اور آنے کے بعد چادر اٹھائی اور اپنی اولاد کو اس چادر میں جمع کیا۔

علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ۔

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں اپنے حجرے کے دروازے کی چوکھٹ پر بیٹھی ہوئی تھی اتنے میں میں نے دیکھا کہ آسمان سے نور کی بارش ہو رہی ہے۔ اور چادر میں کچھ ہوا۔

اور میرے نبی نے کہا: اللّٰھم ھٰوٓلاءِ اھل بیتی مالک یہ ہیں میرے اہل بیتؑ۔

میں اٹھی اور میں نے چاہا کہ میں بھی چادر میں داخل ہو جاؤں۔

میں نے کہا: یا رسول اللہ اجازت ہے کہ میں چادر میں آ جاؤں؟

کہا: نہیں بی بی تم اپنی جگہ پہ بیٹھو اس لیے کہ یہ اہل بیتؑ کا مقام ہے۔

میں نے کہا: یا رسولؐ اللہ میں اہل بیتؑ میں نہیں ہوں۔

فرمایا: نہیں فرق تو یہی ہے تم زوجہ ہو یہ اہل بیتؑ ہیں۔

تو اے آلِ محمدؐ ہمارا ارادہ یہ ہے کہ ہم رجس کو تم سے دور رکھیں۔ میں یہ سوچتا رہا کہ مجھے لغت کی کتابیں اٹھانی چاہئیں اور دیکھنا چاہیے کہ رجس کے معنی کیا ہیں۔

عام معنی تو سب کو معلوم ہیں۔ میں مزید detail چاہ رہا تھا۔ رجس کے معنی نجاست۔ اچھا دیکھو یہ میرا جملہ یاد رکھنا۔

اھل البیتؑ میں علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ ایک پانچواں بھی ہے۔ خود رسولؐ اور کبھی موقع ہوا تو میں بتاؤں گا خود آیت میں دلیل موجود ہے کہ جو لوگ چادر میں ہیں۔ انہیں خطاب کیا گیا ہے۔ اور چادر میں رسولؐ بھی ہیں۔ یہ باریکی سمجھ رہے ہونا۔ تو اہل البیتؑ میں پانچ ہیں۔

اچھا بیت کے معنی کیا ہوتے۔ بیت اللہ۔ اللہ کے گھر کے اہل یہی ہیں۔ تو میں یہ

سوچتا رہا کہ ان پانچ سے، پنجتن سے اللہ نے ''رجس'' کو دور رکھا ہے۔ تو میں ''رجس'' کو تو معلوم کروں کہ ''رجس'' ہے کیا؟ تو میرا جی چاہتا تھا، میرے پاس بہت بڑی لائبریری ہے، میرا جی چاہتا تھا کہ میں لغت کی کتابیں نکالوں اور رجس کے معنی دیکھوں۔

لیکن ایک مرتبہ آیت نے خود میرا دامن کھینچ لیا۔ رک جا۔ ''رجس'' کے معنی تو ہم نے خود بتلا دیئے۔ جو ان سے دُور ہو وہ ''رجس'' ہے۔ آیت نے دامن تھام لیا۔ خبردار لغت کی طرف مت جانا۔ جو ان سے دور ہے وہ ''رجس'' ہے۔ اب جتنا دور ہو اتنا بڑا ''رجس''۔ تو جو دور ہو وہ ''رجس'' ہے جسے یہ دور کر دیں وہ کتنا بڑا ''رجس'' ہوگا۔

میرے ان محترم سامعین میں کسی ایک مسلک کے لوگ نہیں ہیں۔ مختلف مسالک کے لوگ ہیں۔ وہ بھی ہیں جو بتوں کو پوجتے ہیں اس مجمع میں موجود ہیں اور وہ نومحرم کو ذوالجناح بھی لے کے آتے ہیں۔ جن کے نام رام اور پرکاش سے شروع ہوتے ہیں۔ تو میں ہر مسلک کے احترام کا قائل ہوں اور بہت سے میرے دوست، سینکڑوں ہزاروں کی تعداد میں ایسے ہیں جنہیں مغرب کی اذان سے پہلے سجدوں میں پہنچنا ہے۔ اس لیے میں مجبور ہوں۔ ورنہ میرا جی تو چاہ رہا تھا کہ سلسلۂ فکر طویل ہو جائے۔ تو ایک جملہ اور سنتے چلو۔ جو نجس ہے وہ پنجتن سے دور ہے۔

اچھا تو نجس قرآن نے کس کو کہا ہے؟ اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ۔ مشرک نجس ہے اور جیسا یہ نجس ہے ویسا کوئی نہیں تو اب مُشرک کو پنجتن سے دور ہونا چاہیے یا نہیں۔

تو پروردگار اگر ابوطالب مُشرک ہے تو محمدؐ کو اس سے کیوں پلوا رہا ہے؟

''انّما'' کی قوت سمجھ میں آ گئی۔ اب چلو سورۂ نور اور سورۂ حجرات۔ سورۂ نور چوبیسواں سورہ قرآن کا باسٹھویں آیت:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَ اِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰٓى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ۔

بس اور بس مومن وہ ہے جو اللہ پہ ایمان لائے اور رسول پر ایمان لائے اور مومن

وہ ہے کہ اگر رسول کسی اجتماعی کام میں ہو۔ امرِ جامع۔ نماز پڑھ رہا ہے، میدانِ جنگ میں ہے، خطبہ دے رہا ہے۔ اجتماعی کام۔ اکیلا نہیں۔ اگر محمدؐ رسول اللہ اجتماعی کام میں ہو تو اجازت کے بغیر اس کو چھوڑ کر نہ جانا ورنہ تم مومن نہیں۔

اور سورۂ حجرات ۴۹ واں سورہ پندرھویں آیت: اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا۔

مومن وہ ہے جو خدا پر ایمان لائے، رسول پر ایمان لائے اور لانے کے بعد شک نہ کرے۔

Conclusion عرض کروں۔ خلاصہ، مومن بس وہ ہے کہ توحید اور رسالت پر ایمان لانے کے بعد شک نہ کرے۔ اگر مومن ہو تو شک نہ کرنا توحید میں۔ شک نہ کرنا رسالت میں اور اگر رسولؐ کسی امرِ جامع میں ہو تو اسے چھوڑ کر نہ جانا۔

اگر نماز پڑھا رہا ہو تو جماعت توڑ کے نہ جانا اور اگر جنگ کر رہا ہو تو جنگ چھوڑ کے نہ جانا۔ اگر رسالت پہ ایمان ہو تو جمے رہو۔ ایسے کہیں نہیں ملے۔ یا ابوطالبؑ ملا یا اس کا بیٹا علیؑ ملا، یا اس کا بیٹا عباسؑ ملا۔

اب اتنا وقت نہیں ہے کہ میں اپنے سننے والوں کو اس شہزادے سے متعارف کراؤں۔ عقیل سے کہا: عقیل ایک بہادر خاندان سے ایک خاتون کا انتخاب کرو۔ جس سے میں عقد کروں۔

لتلیدلی غلاماً فارسا۔ تا کہ اس کے بطن مطہر سے میرے لیے ایک بہادر بیٹا پیدا ہو جو کربلا میں میرے حسینؑ کے کام آئے۔

عباسؑ کو پہچانتے ہو؟ آلِ محمدؐ کا سہارا عباسؑ۔ حسینؑ پکاریں عباسؑ کو۔
زینبؑ پکاریں عباسؑ کو۔ اکبرؑ پکاریں چچا عباسؑ کو، قاسمؑ پکاریں چچا عباسؑ کو۔
سکینہؑ پانی کی ضد کرے عباسؑ سے۔

جلال جانتے ہو عباسؑ کا؟... جب حُر نے گھوڑے کی لگام تھامی اور لگام تھامتے

پر حسینؑ نے کہا کہ تیری ماں تیرے ماتم میں روئے۔ بڑا بہادر تھا حُر۔ کہنے لگا:

فرزندِ رسول آپ نے میری ماں کا نام لے لیا لیکن میں آپ کی ماں کا نام نہیں لے سکتا۔

عباسؑ کے کانوں تک یہ جملہ پہنچ گیا۔ تلوار کھینچی، لہراتے ہوئے آئے، کہا: حُر یہ کس کی ماں کا تذکرہ کر رہا تھا۔ اب اگر تیری زبان سے یہ جملہ نکلا تو تیری زبان کو کاٹ دوں گا۔

یہ ہے عباسؑ۔ چوتھی محرم کو جب یزید کی فوج آئی ہے کہ خیمے نہر کے کنارے سے ہٹاؤ تو عباسؑ نے کہا: نہیں ہٹیں گے۔

فوجوں نے اکیلے عباسؑ کو دھمکایا۔ جانتے ہو عباسؑ نے کیا کیا؟ تلوار نکال کر ایک لکیر کھینچ دی اور کہا: جس نے اپنی ماں کا دودھ پیا ہے وہ اس لکیر کو عبور کرے... فوجیں پلٹ گئیں۔ یہ ہیں عباسؑ۔

تعارف ہو گیا نا عباسؑ کا!..... نو محرم کی شام کو ایک مرتبہ پسر سعد کے لشکر نے فیصلہ کیا کہ اسی وقت حملہ کر دیا جائے۔ اور گھوڑے دوڑاتے ہوئے لشکرِ حسینؑ کے خیموں کے چاروں طرف آ گئے۔ شہزادی زینبؑ نے فضہ سے کہا کہ ذرا بھیا کو بلا کے لا۔

حسینؑ آئے کہا: کیا بات ہے؟

کہا: بھیا! حملہ تو اسی وقت ہو رہا ہے۔

کہا: عباسؑ کہاں ہے؟ ..... یہ ہے عباسؑ۔

عباس آئے کہا: ان سے جا کے کہو کہ ہم اللہ کی عبادت کے لیے ایک رات کی مہلت چاہتے ہیں۔

اکیلا عباسؑ آیا۔ اور اس کے پیچھے بیس (۲۰) سپاہی حسینؑ کے لشکر کے آئے۔

کہا: میرا آقا، میرا مولا ایک رات کی مہلت چاہتا ہے اللہ کی عبادت کے لیے۔

فوجیں پلٹ گئیں... یہ ہے جلال عباسؑ کا۔

وہ عباسؑ آیا کہنے لگا: مولا مجھے جنگ کی اجازت ہے۔

کہا: عباسؑ تم میری فوج کے سالار ہو تمہیں کیسے جنگ کی اجازت دے دوں۔

فنظر یمیناً و شمالاً۔ عباسؑ نے دائیں دیکھا، بائیں دیکھا اور کہا:

مولا اب وہ لشکر کہاں ہے۔

کہا: عباسؑ تمہیں جنگ کی اجازت نہیں دوں گا۔

یہ شیر پلٹا اور پلٹ کر ایک خیمے کے دروازے پر بیٹھ گیا۔ سوچ رہا ہے کہ مولا نے اجازت نہیں دی۔ اتنے میں اس خیمے کے اندر سے شہزادی سکینہؑ کی آواز بلند ہوئی:

پھوپھی امّاں میں بہت پیاسی ہوں۔

یہ جملہ عباسؑ کے کانوں تک گیا، اُٹھ کے کھڑے ہو گئے۔

کہا: بیٹی سکینہؑ ذرا میرے قریب آنا۔ بچی قریب آئی۔

کہا: بیٹی بہت پیاسی ہے؟

کہا: ہاں چچا جان بہت پیاسی ہوں۔

کہا: جا چھوٹا مشکیزہ لے کے آ۔

بچی دوڑتی ہوئی گئی۔ اپنا چھوٹا مشکیزہ لے کے آئی۔ عباسؑ نے سکینہ کو گود میں لیا اور کہا: بیٹی تیرا کام بس اتنا ہے کہ اپنے بابا سے یہ چل کے کہہ دے کہ میں بہت پیاسی ہوں۔

حسینؑ اپنے خیمے کے باہر کرسی پر تشریف فرما تھے۔ عباسؑ سکینہ کو گود میں لے آئے۔ جیسے ہی حسینؑ نے دیکھا کہ عباسؑ کی گود میں سکینہؑ ہے۔ ایک جملہ عباسؑ سے کہا۔ کہنے لگے: عباس! میں سمجھ گیا کہ سکینہ کو کیوں لائے ہو.....

جاؤ سکینہ کے لیے پانی کا بندوبست کرو۔

اور بیٹی سے کہا: اب تو چچا کو اجازت دلوا رہی ہے کل جب ظالم راہِ کوفہ و شام میں تمانچے ماریں گے تو بہت یاد کرے گی چچا کو۔ واعباسا، واعباسا۔

مجلس نہم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قُلِ ادۡعُوا اللّٰہَ اَوِ ادۡعُوا الرَّحۡمٰنَ ؕ اَیًّامَّا تَدۡعُوۡا فَلَہُ الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰی ۚ وَ لَا تَجۡہَرۡ بِصَلَاتِکَ وَ لَا تُخَافِتۡ بِہَا وَ ابۡتَغِ بَیۡنَ ذٰلِکَ سَبِیۡلًا ﴿۱۱۰﴾ وَ قُلِ الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ لَمۡ یَتَّخِذۡ وَلَدًا وَّ لَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ شَرِیۡکٌ فِی الۡمُلۡکِ وَ لَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَ کَبِّرۡہُ تَکۡبِیۡرًا ﴿۱۱۱﴾

(سورۂ بنی اسرائیل آیت ۱۱۰۔۱۱۱)

عزیزان محترم! میزان ہدایت اور قرآن کے عنوان سے ہم نے جس سلسلۂ گفتگو کا آغاز کیا تھا وہ اپنے نویں اور آخری مرحلے میں داخل ہوگیا۔ میں مسلسل سورۂ بنی اسرائیل کی آخری دو آیتوں کی تلاوت کا شرف حاصل کرتا رہا اور آج میں نے صرف ایک آیت کی تلاوت کا شرف حاصل کیا۔ اس سے اوپر کی آیت یہ تھی کہ:

قُلِ ادۡعُوا اللّٰہَ اَوِ ادۡعُوا الرَّحۡمٰنَ۔ حبیب لوگوں سے کہہ دو کہ اللہ کہہ کے پکارو یا رحمٰن کہہ کے پکارو۔

اَیًّامَّا تَدۡعُوۡا جس نام سے بھی پکارو

فَلَہُ الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰی سارے اچھے نام اسی کے لئے ہیں

وَ لَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَ لَا تُخَافِتْ بِهَا اپنی نماز کو انتہائی بلند آواز سے نہ پڑھو۔ اور انتہائی آہستہ سے بھی نہ پڑھو۔

وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا۔ ان دونوں کے درمیان ایک راستہ نکال لو۔ ایک عدل کی سبیل نکال لو۔

وَ قُلِ اور حبیب کہو دنیا والوں سے الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا۔ ساری تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے اپنے لئے کوئی بیٹا منتخب نہیں کیا

وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ ملکیت اور مالکیت میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

وَ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ اور وہ کمزور نہیں ہے کہ اپنے سہارے کے لئے کوئی نگراں تلاش کرے۔

وَ كَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا اور حبیب اس کی بڑائی کا اعلان کرو جو حق ہے اعلان کرنے کا۔

میرے محترم سننے والے جو مسلسل پچھلے آٹھ دن سے اور آج نویں دن مجھے سُن رہے ہیں ان کی خدمت میں ایک جملہ عرض کرنا چاہ رہا ہوں۔

قُلْ۔ حبیب کہو۔ یہ ''قُلْ'' جو ہے اس کا تعلق ہم سے نہیں ہے۔ اس کا تعلق رسولؐ اللہ سے ہے۔ اب ایک مثال دے دوں۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔ کہو کہ وہ اللہ ایک ہے۔ تو message ہے هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔ وہ اللہ ایک ہے اور ''قُلْ'' کا تعلق ہم سے نہیں ہے۔ اس کا تعلق رسولؐ سے ہے۔ پیغام هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ہے۔

''قُلْ'' رسولؐ کے لئے ہے تو رسولؐ نے وہ خطاب جو ان سے تھا اس میں بھی اتنی دیانتداری برتی کہ قرآن میں محفوظ رکھا۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ، قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ۔ یہ سارے ''قُلْ'' ان کا مخاطب رسولؐ ہے۔ ہم مخاطب نہیں ہیں۔ تو وہ رسولؐ جو اپنی مرضی سے قرآن سے ''قُلْ'' کو بھی نہ نکالے کیا وہ دین کو تمہاری مرضی پر چھوڑ کے چلا جائے گا۔

اس ''قُلْ'' کو ذہن میں رکھنا۔ تین سو سے زیادہ مقامات پر قرآن مجید میں آیا ہے۔ یہی ''قُلْ'' تو میرے نبی کی نبوت کی دلیل ہے۔ حبیب کہہ دو، حبیب کہہ دو۔

آج کا متمدن معاشرہ، تمہاری بات نہیں کررہا ہوں میں۔ متمدن معاشرہ۔ وہ معاشرہ جو متکبّر ہوگیا ہے، وہ معاشرہ جس کا دماغ خراب ہوگیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ہمارے پاس عقل ہے اب نبوّت کی کیا ضرورت ہے۔ کہا جارہا ہے۔ دانشور، فلسفی، اسکالرز، یورپ میں مغرب میں، مختلف مقامات پر کہا جارہا ہے کہ نبوّت ایک مہمل تصور ہے، کسی رسولؐ کی ضرورت نہیں ہے، کسی نبیؐ کی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ ہمارے پاس عقل ہے۔

اب میں تم سے پوچھتا ہوں کہ تمہارے پاس آنکھیں ہیں؟ ان آنکھوں میں نور ہے؟ آنکھیں بھی ہیں، نور بھی ہے۔ اچھا تو اندھیرے میں اس آنکھ کے نور سے دیکھ کے دکھلا دو۔ تو کہا کہ اس کے لئے سورج کی روشنی کی ضرورت ہے۔

تو عقل ہے مگر جب تک رسالت کی روشنی نہ آئے۔

وَ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّ لَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَ لَمْ یَكُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَ كَبِّرْهُ تَكْبِیْرًا۔

حبیب پوری دنیا کو بتلا دو کہ اللہ کی بڑائی کا اعلان کیا جائے، تمہاری بدقسمتی یہ ہے۔ تمہاری probelm یہ ہے تمہارا مسئلہ یہ ہے کہ تم اللہ کی بڑائی سے غافل ہوگئے ہو۔ اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہو۔ بڑا ملک، بڑی قوم، بڑی طاقت۔ یہ خنّاس کب تک تمہیں پریشان کرتا رہے گا۔ ہم بڑے ملک ہیں، ہم بڑی قوم ہیں، ہم بڑی طاقت ہیں۔ تم نے اس معاشرہ کو دیا کیا ہے؟

لعنت ہے اس معاشرہ پر جس میں بزرگوں کا احترام نہ ہو اور لعنت ہے اس معاشرہ پر جس میں چھوٹوں پر شفقت نہ ہو۔ یہ تمہارے معاشرے نہیں ہیں۔ یہ اجتماعات ہیں تم ٹوٹ چکے ہو، تم پھوٹ چکے ہو، تم علیحدگی کا شکار ہو، تم تنہائی کا شکار ہو۔ فقط اس لئے کہ اپنے کو بڑا سمجھتے ہو۔ جس دن اُسے بڑا سمجھ لیا معاشرہ استوار ہوجائے گا۔

باتیں تلخ ہیں۔ ہے تو یہی پہلا مسئلہ کَبِّرْہُ تَکْبِیْرًا۔ اور دوسرا مسئلہ قُلِ ادھر محمدؐ کے دامن کو چھوڑا ادھر عذاب الٰہی کا شکار ہوئے۔ تو محمدؐ کو صرف زبان سے رسول نہ مانو۔ عملاً رسولؐ مانو۔ کون سا نمونہ ایسا ہے جو میرے نبیؐ کی سیرت میں نہیں ہے۔

نبیؐ تیرہ سال مکّہ میں مظلومیت کا نمونہ، مدینہ میں جلووں کا نمونہ، صدقے میں سخاوت کا نمونہ، فیصلہ میں عدالت کا نمونہ، دوستوں میں رفاقت کا نمونہ، خاندان میں عدالت کا نمونہ۔

یہ عجیب نبیؐ ہے اس نے ہر مہینے میں دو جنگیں لڑیں۔ یا غزوہ یا سریہ۔ اور اسی درمیان میں delegations آرہے ہیں ان سے بھی مل رہا ہے۔ اسی دوران میں مدعی اور مدعا علیہ کے درمیان (فیصلہ)، اس درمیان رشتہ داروں کا بھی خیال ہے۔ اسی درمیان میں صحابہ کے مسائل کو بھی حل کررہا ہے۔ اسی درمیان میں فیصلے دے رہا ہے، اسی درمیان میں آیتیں آرہی ہیں ان کی تشریح کررہا ہے۔ اور اسی درمیان میں اپنی بکری کا دودھ بھی دھوتا ہے۔ اپنی سواری کے جانور کو چارہ بھی دیتا ہے۔

میاں ہے تو یہی کہ میرے نبیؐ نے اپنی بکری کا دودھ خود دوہا۔ اپنی سواری کے جانور کو چارہ خود دیا اور تم ذہنی آسودگی کا شکار ہو۔ نیا فرنیچر، نئی گاڑی، نیا گھر، مال، دولت، بینک بیلنس اب میں کیسے اپنے سننے والوں کو سمجھاؤں کہ یہ ایک کا مسئلہ نہیں ہے۔ تمہارا سیاست داں بدکردار، تمہارے دانشور بدکردار ہیں، تمہارے علما بدکردار ہیں۔

کیا اس وقت چونکو گے جب اللہ کا عذاب نازل ہوجائے گا؟

کیا اس وقت چونکو گے جب اللہ تمہیں عذاب کی چکی میں پیس دے گا؟

کیا اس وقت چونکو گے جب پروردگار تم پر زلزلے نازل کردے گا؟

کیا اس وقت چونکو گے جب اللہ تم پر بجلیاں گرادے گا؟

اب بھی وقت ہے سنبھل جاؤ۔ میرے محمدؐ کے دامن کو تھام لو۔

یہ ہے کون؟ وما ارسلناك الاّ رحمة للعالمين ۔

میرا رسول عالمین کے لئے رحمت ہے، عالمین صوبہ سندھ کا نام نہیں ہے۔ عالمین صوبہ پنجاب کا نام نہیں ہے۔ عالمین مجھے نہیں معلوم کہ کتنا بڑا ہے لیکن اتنا جانتا ہوں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ جہاں تک خدا کی خدائی جائے میرے نبیؐ کی نبوت ساتھ میں جائے۔

قرآن مجید نے مقام ختم نبوت کی حفاظت کی ہے۔ سورہ حجرات ۴۹ واں سورہ قرآن کا پہلی اور دوسری آیت یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اتَّقُوا اللّٰهَؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ۝۱ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۔

اے ایمان لانے والو! میرے نبیؐ سے آگے نہ بڑھنا۔

قرآن کے پاس فالتو وقت نہیں ہے۔ کوئی ہوا ہوگا تب تو کہا۔

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ۔ اے ایمان لانے والو! خدا اور رسولؐ سے آگے نہ بڑھنا۔

اب خدا سے آگے بڑھنے کا امکان نہیں ہے جب بھی بڑھو گے رسولؐ سے ہی آگے بڑھو گے۔ پہلا حکم آگے نہ بڑھو۔

وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ۔ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ۔ اور خبردار میرے محمدؐ کو ویسے نہ پکارو جیسے اپنے دوستوں کو پکارتے ہو۔ اگر تم جیسا ہوتا ہم اجازت دے دیتے۔

وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۔

اگر میرے نبیؐ سے آگے بڑھ گئے، اگر میری نبیؐ کی آواز سے اپنی آواز کو بلند کیا

لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی

اگر میرے نبیؐ کی آواز پر آواز کو بلند کیا اگر ویسے پکارا جیسے دوستوں کو پکارتے ہو تو تمہاری پڑھی ہوئی نمازیں تمہارے منہ پر پھینک دوں گا، تمہارے رکھے ہوئے روزے تمہارے منہ پر پھینک دوں گا، تمہارے کئے ہوئے حج تمہارے منہ پر پھینک دوں گا، تمہاری دی ہوئی زکوٰۃ تمہارے منہ پر پھینک دوں گا۔

اگر تم نبیؐ سے آگے بڑھ گئے تو تمہاری نمازیں تمہاری منہ پر ماردوں گا۔ تو نبیؐ سے آگے بڑھ کر نماز پڑھنے میں ثواب نہیں ہے۔

یہ سورۂ حجرات اور اب سورۂ نساء میں آواز دی:

فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔ (آیت ۶۵)

خدا کی قسم حبیب یہ زبانی کلمہ پڑھنے والے مسلمان نہیں ہیں جب تک اپنے جھگڑوں میں تجھ سے فیصلہ نہ کروائیں۔ جھگڑا تمہارا فیصلہ نبیؐ سے کرواؤ۔ یہ نہیں کہ خود نبیؐ سے جھگڑنے بیٹھ جاؤ۔

یہ سورۂ نساء اور وہ سورۂ حشر ۵۹ واں سورہ قرآن مجید کا، بہت طویل آیت ہے چھوٹا سا ٹکڑا پڑھ رہا ہوں۔ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔ (آیت ۷)

رسولؐ جو تمہیں دیدے اسے لے لو جس سے روکے اس سے رک جاؤ۔

حکم یہ ہے کہ رسولؐ جو دے اسے لے لو۔ چیلنج کر رہا ہوں پورے محترم سامعین کو۔ آیت یہی ہے کہ رسولؐ جو دے اسے لینا۔ پورے قرآن میں یہ نہیں ہے کہ رسولؐ جو مانگے اسے مت دینا۔

ایسا رسولؐ جو عالمین کے لئے رحمت ہے۔ ایسا رسولؐ جس کے وجود کی حفاظت خود قرآن مجید کر رہا ہے آیا اور اس نے آکر مشرکوں کے معاشرہ میں کہا:

تمہارے بُت اندھے، تمہارے بت لنگڑے، تمہارے بت لُولے، تمہارے بت اپاہج، تمہارے بت اپنی مرضی کے سے ہل نہیں سکتے۔ میرا خدا ہر شے میں کلام پیدا کرے، میرا خدا ہر شے کو دیکھے، میرا خدا ہر شے کو جانے، میرا خدا ہر شے پر قادر

تاریخ نبوّت کا پہلا ورق تمہارے سامنے کھول رہا ہوں۔ پہلے ان کی برائی کی پھر اپنے اللہ کی اچھائی بیان کی۔ برائی کا نام ہے تبرا، اچھائی کا نام ہے تولا، اور کلمہ توحید میں یہ دونوں جُز برابر ہیں۔ لا الہ برائت ہے، الاّ اللہ ولایت ہے۔

کوئی تو مُشرک آگے بڑھتا اور کہتا کہ تم نے ہمارے خداؤں میں سو عیب نکالے ہیں تو لاؤ ہمارے سامنے اپنا خدا۔ پانچ سو عیب ہم نکالیں گے۔

خدا کی قسم چیلنج کر رہا ہوں پوری تاریخ اسلام سامنے رکھ کر یہ بات کہہ رہا ہوں کہ مُشرکین نے لڑنا گوارا کیا، مرنا گوارا کیا، ختم ہو جانا گوارا کیا لیکن کسی مُشرک نے یہ نہیں کہا کہ تم ہمارے خداؤں میں سو عیب نکال رہے ہو تو لاؤ اپنے خدا کو ہم بھی اس میں پانچ سو عیب نکالیں گے۔ تو مُشرک نے محمدؐ کو چیلنج نہیں کیا۔ بات کیا ہے؟ کہ اتنا بے عیب رسولؐ بھیجا ہے کہ پہلے عیب اس میں تلاش کرو۔

تو یہ رسولؐ۔ رسولؐ رحمت ہے۔ اور اب اللہ نے ایک اور لفظ استعمال کیا۔ اتَّقُوا اللهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ۔ سورہ آلِ عمران آیت ۱۰۲۔ ۱۰۳: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۠ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ۔

پورا ترجمہ نہیں کروں گا۔ ایک جملہ سنتے جاؤ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللهِ عَلَيْكُمْ۔

میرا حبیب تمہارے لئے رحمت ہے نا! تو یہ بھی سنتے جاؤ کہ اللہ کی نعمت کو یاد کرو کہ ایک دوسرے کے دشمن تھے تمہاری تلواریں ایک دوسرے کے خلاف کھنچی ہوئی تھیں۔ تم ایک دوسرے کو برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ اللہ نے نعمت بھیجی اور اس نے تمہاری دشمنیوں کو دوستی میں بدل دیا۔ یہ نعمت ہے محمدؐ رسول اللہ۔

میاں دیکھو گرمی سے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ ایک دن میں پنڈی میں تقریر کر رہا تھا۔ ابھی خطبہ ختم کیا تھا کہ آندھی اور طوفان آ گیا۔ شدید آندھی اور طوفان تو میں نے کہا کہ میاں ہماری تو تعریف ہی یہ ہے کہ ہم نے ڈیڑھ ہزار سالوں میں آندھیوں اور طوفانوں کا مقابلہ کیا ہے۔

اب دیکھو سلسلۂ فکر بہت مختصر ہے لیکن کہیں لے جا رہا ہوں۔ سورۂ آلِ عمران میں

کہا: رسولؐ رحمت اور اب سورۂ فاطر ۳۵واں سورہ۔ تیسری آیت:

یَاَیُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ؕ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۫ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ۔

اے انسانوں کیا اللہ کے علاوہ کوئی اور اللہ ہے؟ اس نعمت کو تو پہچانو (یعنی) توحید نعمت۔

اور اب: سورۂ نون والقلم۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ۙ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ۔

حبیب تیرے پاس نعمت ہے۔ تو مجنون نہیں ہے۔

جہاں جنون ہوگا وہاں نعمت نہیں ہوگی۔ جہاں نعمت ہوگی وہاں جنون نہیں ہوگا۔ تو کہنے والا مجنون ہے۔ تو مجنون نہیں ہے۔

اب اگر ایک اور آیت کو پیش نہ کروں تو موضوع نامکمل رہ جائے گا۔

سورۂ فاطر۔ توحید نعمت۔

سورۂ نوروالقلم۔ نبوت نعمت۔ اب امامت کے بارے میں فتویٰ کیا ہے؟

جب بھائی نے بھائی کو مولا بنادیا تو آیت آئی۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ۔ (سورۂ مائدہ آیت ۳)

یہ تو آخری آیت ہے مولایت کے اعلان کے بعد کی۔ پہلی آیت تھی یَاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (سورۂ مائدہ آیت ٦٧)۔

''حبیب'' پہنچادے اس پیغام کو نہیں بلکہ ''رسول'' پہنچادے اس پیغام کو۔

(حبیب ذاتی لہجہ ہے رسول سرکاری لہجہ ہے)

یَاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ۔ رسول پہنچادے اس پیغام کو جو ہم تجھے پہلے ہی بتلا چکے ہیں

وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ۔

اگر تو نے وہ نہیں پہنچایا تو تو نے رسالت نہیں پہنچائی۔

مجھے بتلاؤ ہر مسلک کا مسلمان اس میں موجود ہے۔ ایک جملہ کہا جاتا ہے۔ ایک جملہ سمجھا جاتا ہے۔ اگر وہ نہ پہنچایا، رسالت نہیں پہنچائی (ترجمہ کی ذمہ داری میں قبول کر رہا ہوں)

وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ۔

حبیب اگر تو نے وہ نہیں پہنچایا تو رسالت نہیں پہنچائی۔

میں تم سے پوچھتا ہوں کہ اگر رسولؐ وہ نہ پہنچاتے تو رسولؐ رہتے؟ تو جب اعلانِ ولایتِ علیؑ کے بغیر رسولؐ، رسولؐ نہ رہے تو مسلمان مسلمان کیسے رہے گا؟

یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ

یہاں تک تو آ گئے نا میرے ساتھ!

وَاللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ حبیب مت گھبراؤ کر دو اعلان علیؑ کی ولایت کا۔

مت گھبراؤ۔ ہم تمہیں لوگوں کے شر سے بچائیں گے۔ اشارہ ہے کہ ولایت علیؑ کے اعلان پر شر ہوگا۔

عجیب بات ہے کہ اشارہ ہے آیت میں کہ علی ولی اللّٰہ کے اعلان پر شر ہوگا۔ حبیب مت گھبرانا ہم بچائیں گے ہم۔ کون کہہ رہا ہے؟ اللہ بچائے گا۔

تو ہاتھ جوڑ کے کہہ رہا ہوں شر تو لا الہ الا اللہ پہ بھی ہوا وہاں تو نہیں کہا کہ ہم بچائیں گے۔

شر تو محمد رسول اللہ پہ بھی ہوا وہاں تو نہیں کہا کہ ہم بچائیں گے۔

جب علی ولی اللہ پر شر ہوگا تو ہم بچائیں گے۔

مالک یہ فرق کیوں ہے۔ کہا کہ جب لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ پہ شر ہوا تو بچانے والا علیؑ تھا، اب علیؑ ولی اللہ پر شر ہوگا بچانے والا میں ہوں۔

میں ہمیشہ کوشش کرتا ہوں کہ وہ روایات پیش کروں جو عالمِ اسلام کے لئے قابل قبول ہوں۔ اپنے گھر کی کتاب سے روایات quote نہیں کرتا۔ خدا کی قسم تمہارے سننے

کی بات ہے۔

توحید نعمت۔ نبوت نعمت، علیؑ کی ولایت نعمت۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اب آلہ نہیں ہے روایت میں تو میں کیا کروں۔) جیسی عبارت تھی ویسی میں نے نقل کر دی۔ ہے تو یہی کہ:

لا تصلوا علیّ الصلاۃ البترا۔ مجھ پر دم کٹی ہوئی درود نہ بھیجا کرو۔

اچھا بھئی یہ درود کیا ہے؟ پیغمبر اکرمؐ کو تمہارا ہدیہ ہے۔ تو تم تو کہتے ہو کہ مرے ہوئے کو کچھ نہیں پہنچتا تو درود کیوں پڑھتے ہو؟ عجیب لوگ ہیں۔ مجھے معاف کر دینا میں نے تو جیسا روایت میں تھا ویسا نقل کیا عجیب روایت ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (میں ترجمہ میں تو حق رکھتا ہوں کہ کہوں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا فرمایا؟

اخبر نی جبریل۔ جبرئیل نے مجھے آ کے اطلاع دی۔

مثلُ علیٍّ فی الانسان۔ کمثل قل ھو اللہ احد فی القران۔

علیؑ کی مثال انسانوں میں ایسی ہے جیسی قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کی مثال ہے قران میں۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ سورہ توحید ہے۔ اگر توحید کو نکال دو نبوت ختم ہو جائے۔ اور علیؑ کی مثال انسانوں میں ایسی ہے جیسے سورۂ توحید کی مثال ہے اگر علیؑ کو نکال دو تمام عقیدے بھسم ہو جائیں۔

سخن ہائے گفتنی میرے پاس بہت ہیں۔ لیکن اب وقت میں گنجائش نہیں ہے۔

مولانا فیروز الدین رحمانی کو گواہ بنا رہا ہوں کہ ریاض النضرۃ میں یہ روایت ہے یا نہیں کہ

یا علی مثلك مثل الكعبة۔ علیؑ تیری مثال کعبہ کی مثال ہے۔

توتا الیھا ولا تاتی ۔ کعبہ کا مزاج یہ ہے کہ وہ حج کروانے نہیں جاتا۔ لوگ جاتے ہیں حج کرنے کے لئے۔ علیؑ کعبہ کی مثال ہے جا کر اسے حق دیدہ وہ تم سے حق مانگنے نہیں آئے گا۔

یا علی مثلث مثل الکعبۃ۔ میرے جملہ یاد رکھو گے! کعبہ ہے سر کا قبلہ، علیؑ ہے دل کا قبلہ۔ وضو کرو نیّت کرو اور کعبہ کی طرف پشت کر کے نماز پڑھو۔ جب تو جانو کہ نماز مُنہ پر نہ ماردی جائے۔ کعبہ کی طرف پیٹھ کر کے نماز پڑھو۔ ساری نمازیں منہ پر ماردی جائیں گی۔ علیؑ ہے دل کا کعبہ۔ علیؑ سے مُنہ پھیر کر کوئی بھی عقیدہ رکھو۔ وہ عقیدہ تمہارے مُنہ پر مار دیا جائے گا۔

النظر الی الکعبۃ عبادۃ۔ کعبہ کو دیکھنا عبادت ہے۔

النظر الی المصحف عبادۃ۔ قرآن کو دیکھنا عبادت ہے۔

النظر الی عالمِ عبادۃ عالم کے چہرے کو دیکھنا عبادت ہے۔

النظر الی والدِ عبادۃ باپ کے چہرے پہ نگاہ کرنا عبادت ہے۔

اپنے گھر سے نہیں پڑھ رہا ہوں۔ متقی ہندی کی تصنیف کنز العمال سے یہ ساری روایتیں پڑھ رہا ہوں۔ ان بزرگ کا تعلق میرے مسلک سے نہیں ہے۔ یہ بزرگ عالمِ اسلام کے سر کا تاج ہیں، میرے بھی سر کا تاج ہیں۔ بھئی! جو درِ آل محمدؐ پر آ جائے میرے سر کا تاج ہے۔

میں نے بار بار اس منبر سے اعلان کیا ہے کہ ہم مسلمانوں کو فقہی بنیادوں پر تقسیم نہیں کرتے۔ کہ یہ مالکی ہے، یہ حنبلی ہے، یہ شافعی ہے، یہ حنفی ہے، یہ جعفری ہے، یہ زیدی ہے، یہ ظاہری ہے۔ ہمارے نزدیک یہ تقسیم درست نہیں ہے۔

دیکھو اس اسٹیج پر مختلف مسالک کے میرے دوست بیٹھے ہوئے ہیں اس لئے یہ جملہ ہدیہ کر رہا ہوں۔ بھئی! دیکھو فقہیں ہیں۔ حنبلی، مالکی ہے، شافعی، حنفی، زیدی، ظاہری اور ساتویں جعفری۔ تو اس وقت existing فقہیں سات ہیں جن پر دنیا میں عمل ہو رہا ہے۔ ایک یمن میں بھی ہے۔ تو سات فقہیں ہیں لیکن ہم مسلمانوں کو اس طرح تقسیم نہیں کرتے کہ یہ حنفی ہے، یہ حنبلی ہے، یہ شافعی ہے، یہ مالکی، یہ زیدی ہے، یہ ظاہری ہے، یہ جعفری ہے۔ ہمارے نزدیک یہ تقسیم درست نہیں ہے۔ اچھا ہم یہ بھی تقسیم نہیں کرتے کہ

یہ شیعہ ہے یہ سنی ہے۔ بھئی سب برابر ہیں، ہم تو ایک تقسیم کے قائل ہیں کہ کون علیؑ کا دوست ہے، کون علیؑ کا دشمن ہے۔

النظر الی الکعبة عبادةٌ، النظر الی المصحفِ عبادةٌ

کعبہ کو دیکھنا عبادت ہے، قران کو دیکھنا عبادت ہے۔

النظر الی عالمِ عبادةٌ۔ عالم کے چہرے کو دیکھنا عبادت ہے۔

النظر الی والدِ عبادة۔ باپ کے چہرے کو دیکھنا عبادت ہے۔

کعبہ، قران، عالم، والد۔ چار چیزیں ہوگئیں نا! اب چاروں کے لئے روایتیں سنتے جاؤ۔
یاعلیؑ مثلك مثل الکعبه علیؑ تیری مثال کعبہ کی مثال ہے۔ کعبہ کو دیکھنا عبادت ہے۔

القران مع علی وعلیٌ مع القران۔ قران کو دیکھنا عبادت ہے۔

عالم کو دیکھنا عبادت ہے۔ انا مدینة العلم وعلیٌ بابها۔

والد کو دیکھنا عبادت ہے۔

اناوعلی ابوا هذهِ الامة۔ میں اور علیؑ اس امّت کے دو باپ ہیں۔

تو اگر عبادت کرنی ہے تو چہرہ علیؑ سے منہ نہ پھرنے پائے۔

ایک بات بتاؤ کہ جب کعبہ کو دیکھ رہے ہو تو قران تو نہیں دیکھ سکتے۔ ایک وقت میں دو چیزیں تو نظر میں نہیں آئیں گی۔ یا کعبہ دیکھو یا قران دیکھو۔ اور جب کعبہ دیکھ رہے ہو تو عالم کو نہیں دیکھ سکتے۔ اور جب عالم کو دیکھ رہے ہو تو والد کو نہیں دیکھ سکتے۔ اور جب والد کو دیکھ رہے ہو تو کعبہ کو نہیں دیکھ سکتے۔ چار الگ الگ چیزیں ہیں نا! ایک وقت میں ایک ہی عبادت کرو گے۔ اور اگر چاروں عبادتیں ایک ساتھ کرنی ہیں تو

النظر الی علی عبادةٌ۔ بھئی وہ باپ بھی ہے، عالم بھی ہے، کعبہ بھی ہے، قران بھی ہے۔ ایک کو دیکھ لو چار عبادتیں مل جائیں گی۔ لیکن مجھے معاف کر دینا۔ کعبہ میں اور علیؑ میں فرق ہے۔

یاعلی مثلك مثل کعبه۔ علی تیری مثال کعبہ کی مثال ہے۔

لیکن چھوٹا سا فرق دیکھتے جاؤ۔ اس مجلس میں بیٹھے ہوئے کعبہ کعبہ کرتے رہو۔ ثواب نہیں ملے گا لیکن علیؑ علیؑ کرتے رہو ثواب ملے گا۔

بس میرے دوستو! اپنے محمدؐ کی قدر کرو۔ ایسی شریعت دی جو عالمین کے لئے مقام حیرت ہے۔ عالمین کے لئے مقامِ معجزہ ہے۔ اگر سن سکتے ہو تو جملہ سنو۔ شریعتیں بدلیں۔ نوحؑ کی شریعت اور تھی، ابراہیمؑ کی شریعت اور تھی، موسیٰؑ کی شریعت اور تھی۔ عیسیٰؑ کی شریعت اور تھی اور محمدؐ رسول اللہ کی شریعت اور ہے۔ اور سورہ شوریٰ میں اس کا تذکرہ ہے: شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَ لَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ (آیت ۱۳) پانچ شریعتیں۔ لیکن ان پانچوں شریعتوں میں پانچ وہ باتیں ہیں جو common ہیں۔ ان کا نام ہے اُصول خمسہ۔

پہلا اُصول دین، دوسرا اُصول عقل، تیسرا اُصول جان، چوتھا اُصول مال، پانچواں اُصول عزت۔ شریعت اور قانون کی کتابوں میں اس کا نام ہے اُصول خمسہ۔ بس یہ سن لو تو تمہاری سمجھ میں آ جائے گا کہ یہ جو اجتماعات ہیں یہ ہیں کیا؟

پانچ اُصول ہیں جو آدمؑ سے لیکر آج تک نہیں بدلے۔ دین، عقل، جان، مال اور عزت۔ اگر کوئی دین پہ حملہ کرے وہ مجرم ہے اسی لئے مرتد کی سزا قتل ہے۔ اگر کوئی عقل پر حملہ کرے مجرم ہے۔ اسی لئے شراب اور منشیات حرام ہیں۔ اگر جان پر حملہ کرے قاتل ہو۔ مجرم ہے جواب میں قتل کر دو۔ مال اگر چوری کرے یا چھین لے یا غصب کر لے یا ڈاکہ مار دے وہ مجرم ہے۔

عزت اگر کسی مسلمان کی عزت پر کوئی حملہ کرے مجرم ہے۔

میں تمہارا وقت بہت قیمتی مسائل میں صرف کر رہا ہوں۔ لیکن یہ اس سال کا سب سے بڑا message ہے جو میں تمہیں دے سکتا ہوں۔

دیکھو! جو دینِ پر حملہ کرے وہ مجرم، جو عقلِ پر حملہ کرے وہ مجرم، جو جانِ پر حملہ

کرے وہ مجرم، جو مال پر حملہ کرے وہ مجرم، جو عزت پر حملہ کرے وہ مجرم۔ اگر خدانخواستہ کوئی نماز نہ پڑھے تو وہ شریعت محمدؐ کا مجرم ہے لیکن اگر کوئی شراب پی لے تو وہ پانچوں شریعتوں کا مجرم ہے۔ اب سمجھ میں آ گئی بات!

اگر کوئی روزہ نہ رکھے وہ شریعت محمدؐ کا مجرم ہے، کوئی دین پر حملہ کردے پانچوں شریعتوں کا مجرم ہے۔ اگر کوئی حج نہ کرے شریعت محمدؐ کا مجرم ہے لیکن اگر کوئی مال چھین لے تو پانچوں شریعتوں کا مجرم ہے۔ یہ پانچ چیزیں وہ ہیں جو پانچوں شریعتوں میں تھیں تو ان کا (ارتکاب) کرنے والا پانچوں شریعتوں کا مجرم ہے۔ اب اس اصول کو سامنے رکھ کر یزید کا کردار دیکھو۔ دکھلاؤں کردار؟ جب حسینؑ کا سر آیا ہے تو کہہ رہا تھا:

لعبت هاشم بالملك فلا
خبرٌ جآء و وحيٌ نزل

بنی ہاشم نے حکومت کے لئے ڈھونگ رچایا تھا۔ نہ کوئی فرشتہ تھا، نہ کوئی کتاب تھی، نہ کوئی نبوت تھی نہ کوئی خدا تھا۔ دین پر حملہ کردیا ہے یا نہیں؟

جب سر آیا ہے شراب پی رہا تھا عقل پہ حملہ ہے یا نہیں؟

کربلا میں شہید کروادیے جان پہ حملہ ہے یا نہیں؟

مال چھنوالیا۔ مال پہ حملہ ہے یا نہیں:

سیدانیوں کو دیار بدیار پھروایا عزت پہ حملہ ہے یا نہیں؟

ایک جملہ کہنا چاہتا ہوں کہ یزید صرف شریعت محمدؐ کا مجرم نہیں ہے، بلکہ آدمؑ سے خاتم تک پانچوں شریعتوں کا مجرم ہے۔

اگر دین یزید چل جاتا تو پانچوں شریعتیں برباد ہو جاتیں۔ حسینؑ ٹکرا گئے یزید سے اور شریعتوں کو بچالیا تو اب تو کہنے کا حق ہے نا کہ یہ وارثِ آدمؑ بھی ہے، وارث نوحؑ بھی ہے، وارثِ ابراہیمؑ بھی ہے۔

یہ تابوت گواہ ہیں، یہ علم گواہ ہیں، یہ ضریحیں گواہ ہیں کہ آج ہم اس مظلوم کا ماتم

کرنے کے لئے جمع ہوتے ہیں جو کربلا کے میدان میں جب اکیلا ہوا تو آواز دے رہا تھا: هل من ناصر ينصرنا۔ هل من يغيث يغيثنا، هل من ذاب يذب عن حرم رسول الله۔ ہے کوئی ہماری مدد کو آنے والا، ہے کوئی ہمارا دفاع کرنے والا، ہے کوئی جو آلِ محمدؐ کی حفاظت کرے۔

جملہ سنو اور اسے یاد رکھنا۔ هل من ناصر ينصرنا۔

اس جملے سے کتنے واقف ہو؟ بہت واقف ہونا! ہے کوئی ہماری مدد کرنے والا۔ یہ جملہ تاریخ اسلام میں دو مرتبہ کہا گیا۔ ایک مرتبہ میدانِ صفّین میں۔ علیؑ اپنے خیمے سے نکلے، میدان میں آئے اور آکر کہا۔ هل من ناصر ينصرنا۔

ہے کوئی ہماری مدد کرنے والا۔ بس یہ سُننا تھا کہ علیؑ کی فوج کے بارہ ہزار سپاہی اپنی تلواریں اپنی گردنوں پہ رکھے ہوئے آگئے کہ یا علیؑ اب تمہاری زبان سے یہ جملہ نکلنا نہیں چاہیئے ورنہ ہم اپنی گردنیں کاٹ دیں گے۔

وہ علیؑ کا مقدر تھا یہ حسینؑ کا مقدر تھا۔

جب میرے مولا حسینؑ نے آواز بلند کی هل من ناصر ينصرنا۔

تو دو خیموں سے ردعمل ہوا۔ حسینؑ نے مڑ کے دیکھا۔ دیکھا بیمار بیٹا ایک ٹوٹی ہوئی تلوار لئے ہوئے، زمین پر خط کھینچتی ہوئی تلوار لئے میدان کی طرف جا رہا ہے۔ ایک دفعہ پکار کے کہا:

ام کلثومؑ میرے بیٹے کو روکو۔

امِ كلثوم خذيه۔

ام کلثومؑ قریب گئیں۔ کہا: بیٹے واپس جاؤ۔

رو کے کہنے لگے: پھوپھی اماں آپ نے میرے بابا کا استغاثہ نہیں سنا؟ میرا مظلوم بابا مجھے مدد کے لئے پکار رہا تھا۔ میں کیسے خیمے میں واپس جاؤں۔ یہ سُننا تھا کہ حسینؑ دوڑتے ہوئے آئے۔ سجادؑ کو گود میں اٹھایا۔ اور کہا: بیٹے تو حجّت خدا ہے واپس جا۔

سجادؑ کو خیمے میں لٹایا۔ اب جو باہر نکلے تو شہزادی ام ربابؑ کے خیمے سے گریہ کی آواز بلند تھی۔ پہچانتے ہونا ام ربابؓ کو سکینہؑ اور اصغرؑ کی ماں۔ آئے شہزادی کے خیمے پر اور پکار کے کہا: امِ ربابؓ! یہ گریہ کی آواز کیسی؟

بے اختیار ام ربابؓ نے کہا: مولا جیسے ہی آپ کی آواز بلند ہوئی: ھل من ناصر ینصرنا بچے نے اپنے آپ کو جھولے سے گرادیا۔

کہا: لاؤ اسے مجھے دیدو۔ شاید میں اسے پانی پلا کے لاؤں۔

بچے کو عبا کے دامن میں لیا۔ میدان میں آئے، عبا کا دامن ہٹایا اور کہا: میرا بچہ تین دن سے بھوکا پیاسا ہے۔ اس کی ماں کا دودھ خشک ہو گیا ہے۔

اُدھر سے تیر آیا۔

کچھ کہنا چاہ رہا ہوں۔ تم نے بار بار سنا ہوگا کہ علی اصغرؑ تیر سے شہید ہوئے۔ میں مقتل کو ذرا گہری نظر سے دیکھنے کا عادی ہوں وہاں مجھے ایک لفظ ملا۔ بچہ اس تیر سے ذبح ہو گیا۔ مطلب سمجھے۔ تیر بڑا تھا گلا چھوٹا تھا۔

فنقلب صبیٌ بین ید الامام بچہ امام کے ہاتھوں پہ پلٹ گیا۔ عبا کا سایہ کیا۔ پلٹے۔ ہمت نہیں ہے کہ ماں کے پاس لے جائیں۔

سات مرتبہ آگے بڑھے رضاً بقضائہ وتسلیماً لامرہ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یہ کہتے ہوئے سات مرتبہ آگے گئے، سات مرتبہ پیچھے ہٹے۔ ایک مرتبہ حسینؑ نے دل کو مضبوط کیا۔ ام ربابؓ کے دروازے پر آئے: رباب میں کون ہوں۔

کہا: آپ امام ہیں۔ آپ والی ہیں۔

کہا: رباب میں ایک بات کہوں گا مانو گی؟

کہا: والی کیوں نہ مانوں گی۔

یہ سن کر عبا کا دامن ہٹایا اور کہا: رباب میں پانی تو نہ پلا سکا تیرا بچہ تیر کھا کے واپس آ گیا۔